نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

Digitized by Khilafat Library

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

انا الداری القدیۃ

الحکم

دار الامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

جلد ۷ | مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۳ء مطابق ۴ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ بروز شنبہ | نمبر ۲۴

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

میں اس عنوان کے تحت میں مختصراً اس تغیر کا عذر کرنا چاہتا ہوں۔ جو دو تین ہفتہ سے متواتر الحکم کی اشاعت میں تعویق یا اس کی ترتیب میں بے ترتیبی کا باعث ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری ان اطلاعوں کو پڑھ کر ناظرین حکم اس سے ضرور آگاہ اور آشنا ہیں کہ میں مقدمہ کی مصروفیت اور اس کے متعلق بعض ضروری امور کی تحقیقات کے لئے ہیڈ کوارٹر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن پھر بھی آٹھ سو کے قریب خریداروں میں سے دو تین خطوط اس قسم کے پہنچے ہیں جن میں اشاعت الحکم کے توقف اور تعویق کے سوال پر توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ تعداد اسقدر کثیر تعداد میں کیسے ہی قلیل اور ناقابل التفات کیوں نہ کہی جاوے لیکن میں اس کو بھی محسوس کرتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق اور فرصت دے تو ناظرین کی اطلاع کے لئے ایڈیٹری کی مشکلات پر ایک الگ مضمون لکھوں۔ تاکہ ہر شخص کو کم از کم اندازہ کرنے کا موقع مل جاوے کہ یہ کام اتنا سہل اور آسان نہیں ہے جتنا کہ ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لیتا ہے بہر حال میں تسلیم کرتا ہوں کہ جون ۱۹۰۳ء میں الحکم کی اشاعت میں توقف اور اس کی ترتیب میں کسی قدر بے ترتیبی ضرور واقع ہوئی ہے لیکن اس قوم کے لئے جس میں قدرشناسی اور شکرگذاری کی روح نفخ ہو رہی ہے۔ یہ امور سراسر چشم پوشی کے قابل ہیں خصوصاً ایسی حالت میں۔ ...... کہ ان کا ناچیز خدمتگذار اپنے ذاتی نہیں بلکہ قومی اور پھر دنیوی نہیں بلکہ دینی کام میں معروف ہے۔ گو مقدمہ کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے لیکن اس کے نتائج اور ثمرات کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے اس لئے میں اس کو قومی کام سمجھتا ہوں۔

الحکم بجائے خود چونکہ قوم کی پاک خدمت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ مقدمہ الحکم ہی کی قیمت اور حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے اسلئے یہ کہدینا کہ یہ کام اسی غرض کے ماتحت ہے۔ جو الحکم کے اجرا سے ہے کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔

اس لحاظ سے میں اس بے ترتیبی یا تعویق میں غفلت کو الزام کا مرتکب نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ مجبور کہا جا سکتا ہوں میں اپنی جگہ الحکم کو قوم کے لئے ہر پہلو سے مفید اور موثر بنانیکی فکر میں رہتا ہوں اور جہانتک میرا بس چلتا ہے میں کوشش کرتا ہوں لیکن الحکم کو پورے معنوں میں مفید اور کارگر چیز بنانے میں تنہا میری ہی سعی مفید اور کارگر نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں خود قوم کی بہت بڑی توجہ اور کوشش درکار ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ اس کا ہر فرد جو الحکم پڑھ سکتا ہو اسکے خریدنے کی کوشش کرے اور اسکو اپنا قومی اور ذاتی فرض سمجھ کر خریدے دوسروں کو خریدنے کی تحریک کرے خود وقت پر قیمت ادا کرے دوسروں سے دلائے جس سے الحکم کی مالی حالت کی بہتری اور اس کے استقلال اور پائداری کے لئے جہانتک اسباب کا تعلق ہے صورت پیدا ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں الحکم کی اشاعت یا اس کی ترتیب کا انحصار میری اپنی ہی ذات تک محدود نہ ہے اسوقت تک الحکم کی ایڈیٹری۔ مطبع کی سپرنٹنڈنٹی وغیرہ بہت سے کام قریباً مجھکو ہی کرنے پڑتے ہیں جو اپنی جگہ ایک الگ آدمی چاہتے ہیں اور ابھی مالی حالت اس امر کی مقتضی نہیں کہ کم از کم ساٹھ ستر روپیہ ماہوار کا مزید خرچ مطبع پر ڈالا جاوے جو پہلے ہی سے زیر بار ہے۔ اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جب تک کم از کم دو آدمی نہوں ایسے مشکلات پیش آتے رہنا قرین قیاس ہے اور اسی طرح

مطبع کے منیجر کا الگ ہونا بھی ضروریات میں سے ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اسقدر گنجائش بھی نہیں ہے کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ہی رکھا جاوے۔ ان امور ہی کو مدنظر رکھکر مینے توسیع اشاعت الحکم کی تحریک کی تھی جسپر چند احباب نے توجہ فرمائی اور باقیوں میں سے ہر ایک نے شاید یہ سمجھ لیا کہ اگر مینے خریداروں کی بہمرسانی میں سعی نہ کی تو کیا حرج ہوگا۔

غرض یہ داستان لمبی ہے اور اسوقت اوس کو مفصل بیان کرنے کی گنجائش ...... نہیں ہے لیکن میں ارادہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ایڈیٹری کے مشکلات والے مضمون میں اس امر پر مفصل

اب میں ایک امر اور کہہ کر اس نوٹ کو ختم کرنا چاہتا ہوں بعض احباب نے کہا ہے کہ مقدمہ کے حالات کی تفصیل کیوں درج نہیں کی جاتی؟ ایسے بزرگوں کی خدمت میں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ ایل نمبر ۷۷

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون

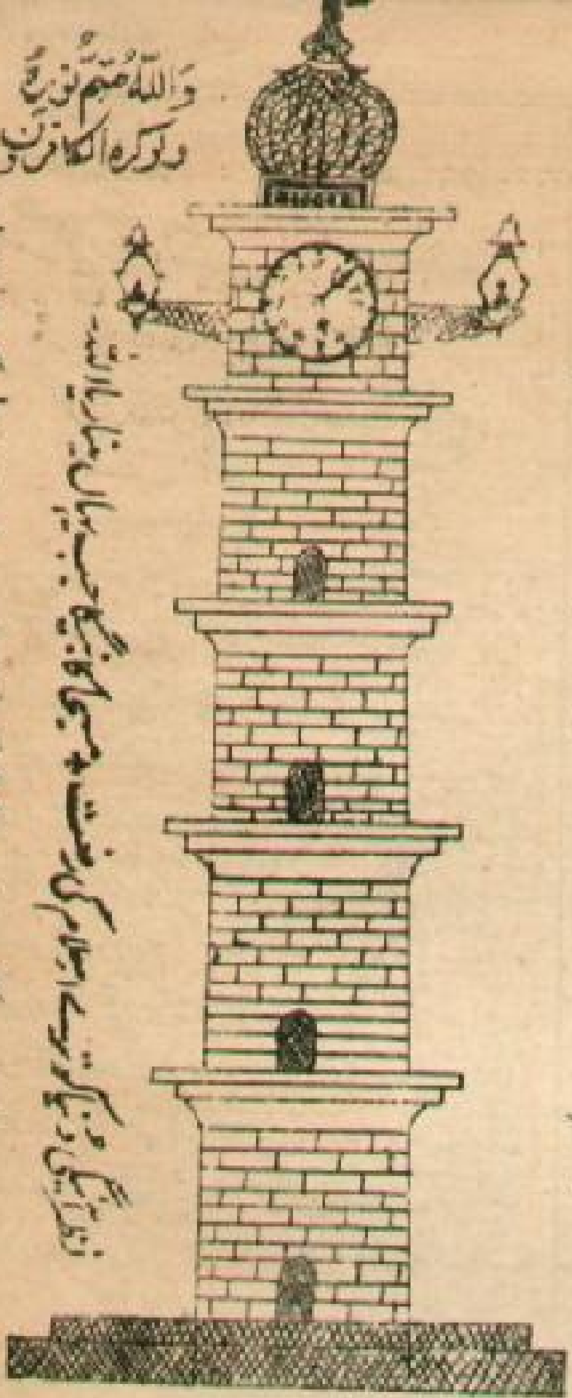

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

انی اٰوی القریۃ

الحکم

دار الامان حضرۃ قادیان

چہ گویم با تو کہ آئی چہ ہا در قادیاں ہیں

دوا ہیں شفا ہیں غرض دار الامان ہیں

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

نمبر ۲۴ | مورخہ ۳۰ جون ۱۹۰۳ء مطابق ۳ ربیع الاول سنہ ۱۳۲۱ھ بروز سہ شنبہ | جلد ۷

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّات

میں اس عنوان کے تحت میں مختصراً اس تغیر کا عذر کرنا چاہتا ہوں۔ جو دو تین ہفتہ سے متواتر الحکم کی اشاعت میں تعویق یا اس کی ترتیب میں بے ترتیبی کا باعث ہو رہی ہے۔ اگرچہ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میری ان اطلاعوں کو پڑھ کر ناظرین کم از کم اس سے ضرور آگاہ اور آشنا ہیں کہ میں مقدمہ کی مصروفیت اور اس کے متعلق بعض ضروری امور کی تحقیقات کے لئے ہیڈ کوارٹر سے باہر رہا ہوں۔ لیکن پھر بھی آٹھ سو کے قریب خریداروں میں سے دو تین خطوط اس قسم کے پہنچے ہیں جن میں اشاعت الحکم کے توقف اور تعویق کے سوال پر توجہ دلائی گئی ہے۔ یہ تعداد اسقدر کثیر تعداد میں کیسے ہی قلیل اور ناقابل التفات کیوں نہ کہی جاوے لیکن میں اس کو بھی محسوس کرتا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ مجھے یہ چند سطور لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور چاہتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ مجھے توفیق اور فرصت دے تو ناظرین کی اطلاع کے لئے ایڈیٹری کی مشکلات پر ایک الگ مضمون لکھوں۔ تاکہ ہر شخص کو کم از کم اندازہ کرنے کا موقع مل جاوے کہ یہ کام اتنا سہل اور آسان نہیں ہے جتنا کہ ہر شخص اپنی جگہ سمجھ لیتا ہے بہر حال میں تسلیم کرتا ہوں کہ جون ۱۹۰۳ء میں الحکم کی اشاعت میں توقف اور اوس کی ترتیب میں کسی قدر بے ترتیبی ضرور واقع ہوئی ہے لیکن اس قوم کے لئے جس میں قدر شناسی اور شکر گذاری کی روح نفخ ہو رہی ہے۔ یہ امور سراسر چشم پوشی کے قابل ہیں خصوصاً ایسی حالت میں ...... کہ ان کا ناچیز خدمتگذار اپنے ذاتی نہیں بلکہ قومی اور پھر دنیوی نہیں بلکہ دینی کام میں مصروف ہے۔ گو مقدمہ کا تعلق میری اپنی ذات سے ہے لیکن اس کے نتائج اور ثمرات کا اثر ساری قوم پر پڑتا ہے اس لئے میں اس کو قومی کام سمجھتا ہوں۔

الحکم بجائے خود چونکہ قوم کی پاک خدمت کا بہترین ذریعہ ہے اور یہ مقدمہ الحکم ہی کی وقعت اور حیثیت کی حفاظت کے لئے کیا گیا ہے اسلئے یہ کہدینا کہ یہ کام اسی غرض کے ماتحت ہے۔ جو الحکم کے اجراء سے ہے کوئی بعید از عقل بات نہیں ہے۔

اس لحاظ سے میں اس بے ترتیبی یا تعویق میں غفلت کے الزام کا مرتکب نہیں سمجھا جا سکتا بلکہ مجبور کہا جا سکتا ہوں میں اپنی جگہ الحکم کو قوم کے لئے ہر پہلو سے مفید اور موثر بنانے کی فکر میں رہتا ہوں اور جہانتک بس چلتا ہے میں کوشش کرتا ہوں لیکن الحکم کو پورے معنوں میں مفید اور کارآمد چیز بنانے میں تنہا میری ہی سعی مفید اور کارگر نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں خود قوم کی بہت بڑی توجہ اور کوشش بکار ہے۔ اور وہ یہی ہے کہ اس کا ہر فرد جو الحکم پڑھ سکتا ہو اسکے خریدنے کی کوشش کرے اور اسکو اپنا قومی اور ذاتی فرض سمجھ کر خریدے دوسروں کو خریدنے کی تحریک کرے خود وقت پر قیمت ادا کرے دوسروں سے دلائے جس سے الحکم کی مالی حالت کی بہتری اور اس کے استقلال اور پائداری کے لئے جہانتک اسباب کا تعلق ہے صورت پیدا ہو۔ اور پھر ایسی حالت میں الحکم کی اشاعت یا اس کی ترتیب کا انحصار میری اپنی ہی ذات تک محدود نہ ہو۔ اسوقت تک الحکم کی ایڈیٹری۔ مطبع کی سپرنٹنڈنٹی وغیرہ بہت سے کام قریباً مجھکو ہی کرنے پڑتے ہیں جو اپنی جگہ ایک الگ الگ آدمی چاہتے ہیں اور ابھی مالی حالت اس امر کی مقتضی نہیں کہ کم از کم ساٹھ ستر روپیہ اور ماہوار کا مزید خرچ مطبع پر ڈالا جاوے جو پہلے ہی سے زیر بار ہے + اخبار کے ایڈیٹوریل سٹاف میں جب تک کم از کم دو آدمی نہوں ایسے مشکلات پیش آتے رہنا قرین قیاس ہے اور البتہ مطبع کے منیجر کا الگ ہونا بھی ضروریات میں ہو لیکن میں دیکھتا ہوں کہ اسقدر گنجائش ابھی نہیں ہے کہ اسسٹنٹ ایڈیٹر ہی رکھا جاوے۔ ان امور ہی کو مد نظر رکھکر میں نے توسیع اشاعت الحکم کی تحریک کی تھی جس پر چند احباب نے توجہ فرمائی اور باقیوں میں سے ہر ایک نے شاید یہ سمجھ لیا کہ اگر میں نے خریداروں کی بہم رسانی میں سعی نہ کی تو کیا حرج ہوگا۔

غرض یہ داستان لمبی ہے اور اسوقت اوس کو مفصل بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے لیکن میں ارادہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ایڈیٹری کے مشکلات دا ایک مضمون میں اس پر ...

کرتا ہے اور مقناطیس ہے۔ اگر ہماری قوم کی معزز اور مقتدر مستورات اس ہماری لائق بہن کی وعظ، پر اثر تقریر، دلگداز بیان اور دلکش طرز ادا کو سننا پسند کریں تو نہایت ہی مبارک ہو۔ یہ بات دل میں ٹھان لی اور لے کے خدا کا نام تحریک شروع کی پس پھر کیا تھا مدتوں کے بھوکوں کو گویا آسمان سے مائدہ نازل ہوا چاروں طرف سے الجوع العطش کی آواز گونجنے لگی۔

ہم کن الفاظ میں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ کس خلوص قلبی اور خوش اسلوبی سے خواتین کوٹلہ نے قرآن کریم کے حقائق و معارف کا خیر مقدم کیا کسی نے سر پہ رکھا اور کسی نے آنکھوں سے لگایا اور آخر سب نے سویدائے قلب میں جگہ دی۔ مخالف اندھوں نے اس نور کو بجھانے میں کوشش اور اپنی شپرہ سیرتی سے آنکھیں بند کیں اور دوسروں کو جو اس نور تبلیغ سے دلکو روشن کرنا چاہتے تھے۔ اپنی طرح اندھا کرنا چاہا مگر وہ قادر اور مقتدر خدا جو اپنے بندوں کی نصرت کرتا اور ظلمات سے نور کی طرف رہنمائی فرماتا اور ان کے دشمنوں کو پامال کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ تھا اور اوس کی تائید کی مشعل ہر تیرہ و تاریک کوچہ میں ہمارے ساتھ تھی آخر روز روشن کی طرح یہ بات جگمگا اور عیاں کر قرآن ہر اور نور ہے شفا ہے جسے لوگوں نے دیکھا چھوڑ دیا ہے۔ خواجہ صاحب کی بیوی نے جو ہر دلعزیزی کوٹلہ کی مستورات میں صرف قرآن کریم کی پاک آیتیں پڑھ کر اور حضرت اقدس علیہ السلام کے دعوے کی تبلیغ کر کے حاصل کی ہے یہ حقیقت میں حضرت اقدس ؑ کا معجزہ اور حضرت حکیم الامت مولانا مولوی نورالدین صاحب کی کرامت ہے۔

احمدی سلسلہ میں ایسی قرآن دان اور قرآن فہم للقرآن اور فی القرآن خاتون ہم نے ابھی تک نہ دیکھی نہ سنی ✦

اے خدا تعالیٰ کے سچے مسیح تیری دعا ہائے نیم شبی و سحری سے خدا تعالیٰ ہماری عورتوں میں وہ نفخ روح کرے کہ ہر ایک مریم بنے اور پھر ان کی اولاد۔ پارسائی اور نیکی اور پاکدامنی میں ابن مریم ہوں ✦

اے مسیحا! یہ تیرے ہی انفاس طیبہ کا اثر ہے کوٹلہ کی مستورات میں خواجہ کی بیوی (مریم) کی قرآن خوانی سے تازہ روح آگئی اور ہم امید کرتے ہیں کہ اور بہت سی مردہ روحیں حیات جاوید پائیں گی ✦

ہم آخر میں احمدیہ سلسلہ کے اصحاب کی خدمت میں یہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ جب تک خدا کے فضل و کرم سے ہماری مستورات میں بہت سی ایسی خواتین پیدا ہوں جو اپنی دینی بہنوں کو اپنے اچھے نمونہ، اخلاق و آداب محمدیہ فضائل و انوار احمدیہ کے ذریعہ سے خواب غفلت سے بیدار کر سکیں اور قرآن کے ترجمے اور تفسیر سے فائدہ پہنچائیں اور خدا تعالیٰ کے سچے مامور مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم اور ہدایت پر عملدرآمد کرنے کی تلقین اور تحریص دلائیں ہر ایک شہر کی احمدیہ جماعت کو سرگرم احباب خواجہ صاحب کی فاضل بیوی کو ضرور موقع دیں کہ ان کی بیویاں بہو بیٹیاں ان کی وعظ و نصیحت سے فائدہ اوٹھائیں اور اس عمدہ اور مبارک نمونہ پر چلیں اور اپنے مردوں کو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقاصد میں کامیاب ہونے میں ذریعہ بنیں ✦

ظاہری خود آرائی۔ خودستائی۔ خودنمائی کے زیور کو اوتار کر پھینک دیں اور تقویٰ۔ طہارت اور عفت کے چمکدار اور بیش بہا زیور سے اپنی روحانی حسن و جمال کو مالا مال کریں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قوم احمدی اس تحریک کی دل سے تائید کرے گی اور اس کام کو عملی طور سے شروع کرنے کے لئے خواجہ صاحب سے بمقام جموں خط و کتابت کرے گی کیونکہ وہ ہر مقام میں تبلیغ کرنے کیلئے مستعد اور طیار ہیں۔

(نواب محمد خان ثاقب از مالیر کوٹلہ)

دربار شام

۱۴ جون ۱۹۰۳ء

ارشاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ کو اگر دیکھا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ بڑے سیدھے سادے تھے جیسے کہ ایک برتن قلعی کرا کر صاف اور ستھرا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی ان لوگوں کے دل تھے جو کلام الٰہی کے انوار سے روشن اور کدورات نفسانی کے زنگ سے بالکل صاف تھے گویا آیت قد افلح من زکّٰھا کے سچے مصداق تھے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں کثرت سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ اگر ہماری دنیا کو کسی طرح سے کوئی جنبش آئی تو ہم کدھر جاویں گے مگر تعجب تو یہ ہے کہ ایک طرف تو ہمارے ہاتھ پر اقرار کرتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم سمجھیں گے اور دوسری طرف دنیا اور مافیہا میں ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ دنیا کی خاطر ہر ایک دینی نقصان برداشت کرنا گوارا کرتے ہیں ذرا سا کوئی کنبہ میں بیمار ہو جاوے یا بیل بکری ہی مر جاوے تو جھٹ بول اٹھتے ہیں کہ ہمیں یہ کیا ہوا ہم تو مرزا صاحب کے مرید تھے ہمارے ساتھ کیوں یہ حادثہ واقعہ ہوا۔ حالانکہ یہ خیال ان کا خام ہے وہ ایسے پکے رشتے سے جو اللہ تعالیٰ سے باندھنا چاہئے ناواقف ہیں یہ برکات الٰہی انسان پر اس وقت نازل ہوتے ہیں جب خدا سے مضبوط رشتہ باندھا جاوے۔ جیسے رشتہ داروں کو آپس میں رشتہ کا پاس ہوتا ہے ویسا ہی اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کے رشتہ کا جو وہ اس پاک ذات کے ساتھ ہے سخت پاس ہوتا ہے وہ مولا کریم اس کیلئے غیرت کہاتا ہے۔ اور اگر کوئی تکلیف یا مصیبت اسکو پہنچتا ہے تو وہ بندہ اپنے لئے راحت جانتا ہے۔ الغرض کوئی دکھ اس رشتہ کو توڑتا نہیں اور نہ کوئی رنج اوس کو دھکا لگاتا ہے ایک سچا تعلق حقیقی عشق عبد و معبود میں قائم ہو جاتا ہے۔ اگر ہماری جماعت میں چالیس آدمی بھی ایسے مضبوط رشتہ کے جو رنج و راحت عسر و یسر میں خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کریں۔ تو ہم جان لیں کہ ہم جس مطلب کے لئے آئے تھے وہ پورا ہو چکا اور جو کچھ کرنا تھا وہ کر لیا۔ کیسی سوچنے کی بات ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلقات بھی تو آخر دنیا سے تھے ہی۔ جائدادیں تھیں مال تھا زر تھا۔ مگر ان کی زندگی پر کیسا انقلاب آیا کہ سب کے سب ایک ہی دفعہ دست بردار ہو گئے اور فیصلہ کر لیا کہ ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین ہمارا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ ہم میں ہو جاویں تو کون سی آسمانی برکت اس سے بڑھ کر ہے۔

بیعت کرنا صرف زبانی اقرار ہی نہیں بلکہ یہ تو اپنے آپ کو فروخت کر دینا ہے۔ خواہ ذلت ہو نقصان ہو کچھ ہی کیوں نہ ہو کسی کی پرواہ نہ کی جاوے مگر دیکھو اب کس قدر ایسے لوگ ہیں جو اپنے اقرار کو پورا کرتے ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں۔ بیعت کی حقیقت یہ سمجھ رکھا ہے کہ اب ہمیں مطلقاً کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے اور ایک پر امن زندگی بسر ہو حالانکہ انبیاؤں قطبوں پر مصائب آئے اور وہ ثابت قدم رہے گویا ہر ایک تکلیف سے محفوظ رہنا چاہتے ہیں۔ بیعت کیا ہوئی گویا خدا تعالیٰ کو رشوت دینی ہوئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ یعنے کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ یہ فقط کلمہ پڑھ لینے پر ہی چھوڑ دئے جاویں گے اور ان کو ابتلاؤں میں نہیں ڈالا جاویگا پھر یہ لوگ بلاؤں سے کیسے بچ سکتے ہیں ہر ایک شخص کہ جو ہمارے ہاتھ پر بیعت کرتا ہے جان لینا چاہیے کہ جب تک آخرت کے سرمایہ کا فکر نہ کیا جاوے گا کچھ نہ بنے گا اور یہ ٹھیکہ کرنا کہ ملک الموت میرے پاس سے نہ پھٹکے میرے کنبے کا نقصان نہ ہو۔ میرے مال کا بال بیکار نہ ہو ٹھیک نہیں ہے خود شرط وفا دکھلاوے اور ثابت قدمی و صدق سے استقلال سے۔ اللہ تعالیٰ مخفی راہوں سے اس کی رعایت کریگا اور ہر ایک قدم پر اوس کا مددگار بن جاوے گا۔

انسان کو صرف پنجگانہ نماز اور روزوں وغیرہ وغیرہ احکام کی ظاہری بجا آوری پر ہی ناز نہیں کرنا چاہئے۔ نماز پڑھنی تھی پڑھ لی۔ روزے رکھنے تھے رکھ لئے۔ زکوٰۃ دینی تھی دیدی وغیرہ وغیرہ۔ مگر نوافل ہمیشہ نیک انسان کی متمم و مکمل ہوتی ہے اور یہی ترقیات کا موجب ہوتا ہے۔ مومن کی تعریف یہ ہے کہ خیرات و صدقہ وغیرہ جو خدا نے اس پر فرض ٹھہرایا ہے بجا لاوے اور ہر ایک کار خیر کے کرنے میں اس کو ذاتی محبت ہو اور کسی تصنع و نمائش و ریا کو اسمیں دخل نہ ہو یہ حالت مومن کی اس کے سچے اخلاص اور تعلق کو ظاہر کرتی ہے اور ایک سچا اور مضبوط رشتہ اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیدا کر دیتی ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ اسکی زبان ہو جاتا ہے جس سے وہ بولتا ہے اور اس کی کان ہو جاتا ہے جس سے وہ سنتا ہے اور اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا ہے الغرض ہر ایک فعل اس کا اور ہر ایک حرکت و سکون اس کا اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ اس وقت جو اس سے دشمنی کرتا ہے وہ خدا سے دشمنی کرتا ہے اور پھر کہا تا ہے کہ میں کسی بات میں اسقدر تردد نہیں کرتا جسقدر کہ اسکی موت میں قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مومن اور غیر مومن میں ہمیشہ فرق رکھدیا جاتا ہے۔ غلام کو چاہئے کہ ہر وقت رضاء الٰہی کو مانے اور ہر ایک رضا کے سامنے سر تسلیم خم کر دے ورنہ بگڑے کون ہے جو عبودیت سے انکار کر کے خدا کو اپنا محکوم بنانا چاہتا ہے۔

تعلقات الٰہی ہمیشہ پاک بندوں سے ہوا کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا ہے۔ ابراہیم الذی وفی لوگوں پر جو احسان کرے ہرگز نہ جتلاوے۔ جو ابراہیم کے صفات رکھتا ہے ابراہیم بن سکتا ہے ہر ایک گناہ بخشنے کے قابل ہے مگر اللہ تعالیٰ کے سوا اور کو معبود و کارساز جاننا ایک ناقابل عفو گناہ ہے ان الشرک لظلم عظیم لا یغفران یشرک بہ یہاں شرک سے یہی مراد نہیں کہ پتھروں وغیرہ کی پرستش کی جاوے بلکہ یہ ایک شرک ہے کہ اسباب کی پرستش کی جاوے اور معبودات دنیا پر زور دیا جاوے اسی کا نام ہی شرک ہے اور معاصی کی مثال تو حقہ کی سی ہے کہ اسکے چھوڑ دینے کی دقت و مشکل کی بات نظر نہیں آتی مگر شرک کی مثال افیم کی ہے کہ وہ عادت ہو جاتی ہے جسکا چھوڑنا محال ہے۔ بعض کا یہ خیال بھی ہے کہ انقطاع الی اللہ کر کے تباہ ہو جاویں مگر یہ سراسر شیطانی وسوسہ ہے۔ اللہ کی راہ میں برباد ہونا آباد ہونا ہے۔ اسکی راہ میں مارا جانا زندہ ہونا ہے کیا دنیا میں ایسی کرشتیں اور نظیریں ہیں کہ جو لوگ اس کی راہ میں قتل کئے گئے ہلاک کئے گئے انکے زندہ جاوید ہونیکا ثبوت ذرہ ذرہ زمین میں تھا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ہی دیکھو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا چنانچہ تاریخ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابوبکر بھی ہوا۔

ایک بدزبان لاہوری پادری

لارڈ بشپ لاہور ہندوستانی ٹیکس دہندگان کی بدولت ہندوستان میں آرام سے بیٹھے ہوئے اپنے عیسائی بھائیوں کی روحانی بہتری میں معروف ہیں۔ انہیں کا نمک کھاتے ہیں اور انہیں کو بدمعاش کہتے ہیں۔ آپ کو تامل نہیں ہے۔ آپ کی نظر میں تمام ہندوستان مکاروں سے بھرا ہوا ہے اور اگر آج آپ کو اختیار ہو تو ایسے ملک میں رہنا ترک کر دیں جس میں چاروں طرف جھوٹ و دغابازی اور بے اعتباری کا بازار گرم ہے اور ایک شخص دوسرے شخص کا اعتبار نہیں کرتا بداخلاقی کی یہ کیفیت ہے کہ چاروں جانب سے بے اعتباری پھیلی ہوئی ہے۔ پادری صاحب شہادت میں چند حکام کی نظیریں پیش کرتے ہیں جنہوں نے آپ سے بیان کیا کہ عدالت میں ایک نامی شخص نے جھوٹ بولنے میں تامل نہیں کیا اور اپنی حرکت ناشائستہ پہ افسوس تک ظاہر نہیں کیا۔ مگر پادری صاحب کو تو یہ خیال کرنا چاہئے کہ تمام ہندوستان کے باشندے عدالتوں میں نہیں آتے ہیں پس عدالتوں کی بعض جھوٹ اور فریب کی کارروائیوں سے تمام اہالیان ملک کے اخلاق کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا ہے پھر یہ بھی تو سمجھنا چاہئے کہ پادری صاحب کو چند نہیں بلکہ لکھوکھا بداخلاق لوگوں کی موجودگی سے یہ نتیجہ اخذ کرنے کا کب اختیار ہے کہ تمام باشندے بداخلاق ہیں۔ آج دیکھئے تمام دنیا کی آنکھیں ممالک بلقان کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ خود یوروپین اہل الرائے کہہ رہے ہیں کہ ایک طاقت دوسری طاقت کو دھوکا دینے کی فکر میں ہے جبکہ اصلاحات روس اور آسٹریا سے عمل میں آ رہی ہیں۔ اسکے دیکھتے اس کے کہنے میں تامل نہیں ہے کہ جو چالبازیاں ہو رہی ہیں جن سے جو لوگ اسمیں شریک ہیں سخت بداخلاق و مکار ظاہر ہوتے ہیں ایسے کیا نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ تمام اہل الرائے یوروپ ایک دوسرے پر نہ اعتبار کرنے والے اور مکار ہیں۔ یہ نتیجہ ویسا ہی غلط ثابت ہوگا جیسا پادری صاحب کا یہ کہنا کہ ہندوستانی جھوٹے ہیں کہ عدالت میں چند گواہوں نے اگر جھوٹی شہادت دی پادری صاحب ہندوستان آئے ہیں تو لوگوں کو روحانی فیض پہنچانے اور ان کے اخلاق درست کرنے اور حرکات آپ کی یہ ہیں کہ انہیں لوگوں سے نفرت کرتے ہیں جنکی اصلاح پر آپ کمر بستہ ہیں حضرت مسیح کے اس قول کو کہ دشمنوں سے بھی پیار کرو جھٹلانے والے یہی پادری صاحب ہیں۔

انجام مقدمات کی نسبت پیشگوئی

رات کے وقت جو ۲۸۔ جون ۱۹۰۳ء کے دن کے بعد رات تھی۔ یعنی وہ رات جس کے بعد پیر کا دن تھا اور ۲۹۔ جون ۱۹۰۳ء میرے خیال پر یہ کشش غالب ہوئی کہ یہ مقدمات جو کرم دین کی طرف سے میرے پر ہیں انکا انجام کیا ہوگا سو اس غلبہ کشش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل کی گئی اور خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔

ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ہم محسنون فیہ آیات للسائلین اس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہوگا اور اسکو فتح اور نصرت نصیب کریگا جو پرہیزگار ہے یعنی جھوٹ نہیں بولتا ظلم نہیں کرتا تہمت نہیں لگاتا اور دغا اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کی بندوں کو نہیں ستاتا اور ہر ایک بدی سے بچتا اور راستبازی اور انصاف کو اختیار کرتا ہو اور خدا سے ڈر کر اسکی بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کیساتھ پیش آتا ہو اور بنی نوع کا وہ سچا خیرخواہ ہے اسمیں بیباکی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں بلکہ عام طور پر ہر ایک کیلئے نیکی کرنیکے لئے طیار ہے سو انجام یہ ہے کہ انکے حق میں فیصلہ ہوگا تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو ان دو گروہوں میں سے حق پر کون ہے ان کے لئے یہ ایک عظیم الشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہونگے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۹ جون سنہ ۱۹۰۳ء

طبری اور عرب کے دوسرے قدیم مؤرخین

ترجمہ از انسائیکلوپیڈیا برٹانکا جلد ۲۳ حرف T طبع نہم صفحہ ۱۱ مع حواشی مترجم۔
مترجمہ سید علی محمد صاحب کنتوری
ملازم کتب خانہ آصفیہ

مسٹر گوجی پروفیسر علوم مشرقیہ نے ان سائیکلوپیڈیا برٹانکا میں ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا مضمون طبری کے عنوان سے عرب مورخوں پر لکھا ہے۔ جو ہم ذیل میں ناظرین الحکم کی دلچسپی کے لئے اخبار چودھویں صدی سے نقل کر کے درج کرتے ہیں۔ مضمون واقعی قابل توجہ ہے۔ خصوصاً تاریخ کے شائق بہت کچھ تاریخی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔ ایسے مضامین جو اسلامی تاریخ پر مشتمل ہوں ہندوستانی اردو اخبارات میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ اور مسلمانوں پر ایسے واقعات کا پوشیدہ رہنا حیف کی بات ہے۔

"عرب مورخوں کا خاص طرز تحریر دوسرے مورخوں سے بالکل علیحدہ ہے۔

ہر واقعہ کی خبر اُسی شخص کے الفاظ میں جس نے اُس واقعہ کا مشاہدہ کیا ہو۔ یا ایسے شخص کے بعض کے الفاظ میں (اسناد) سلسلہ بہ سلسلہ اخیر راوی تک پہونچتی ہے۔ بسا اوقات ایک ہی واقعہ جزئی اختلاف کے سبب سے دو طریقوں سے بیان کیا جاتا ہے جو اخیر راوی کو مختلف سلسلۂ رواۃ سے (اسناد) پہونچتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ایک ہی واقعہ کا بیان یا ضروری تفصیل مختلف طریق سے معہ تو بعض رواۃ کے اقوال کی بنا پر (اسناد) کی جاتی ہے جو مختلف وسایل اخبار سے آخر راوی کو پہنچتا ہے۔ ان وجوہ سے مورخ مطلق تنقید نہیں کر سکتا۔ البتہ ماخذ کے انتخاب میں اسے حق حاصل ہے (کہ ایک قول کو دوسرے پر ترجیح دے) چونکہ وہ اُن اقوال کی نفی کر سکتا جس کا پہلا یا درمیان کا کوئی راوی غیر معتبر معلوم ہو بعض اوقات مورخین اُن اقوال کی صراحت کرتے ہیں جو اون کے نزدیک اصح ہوتے ہیں جدید عہد کی رائیں ایسے انتخاب کو ہمیشہ قبول نہیں کرتیں بعض اقوال کو جنہیں مسلمان بہت ہی عزیز رکھتے ہیں۔ یورپ میں علما تسلیم کے قابل نہیں سمجھتے۔ اور اون کے برعکس مسلمان بھی ویسا ہی سمجھتے ہیں۔ خوش قسمتی سے مورخین واقعات کا بیان ہمیشہ یکساں نہیں لکھتے۔ اس طرح سے ایک کی کمی دوسرے سے پوری ہو جاتی ہے۔

عربوں میں دوسرا طریقہ تاریخ نویسی کا یہ ہے کہ ایک واقعہ کے متعلق کل اقوال کو ملا کر مسلسل عبارت میں بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن مورخ شروع میں اپنے ماخذ کو بتا دیتا ہے اور یہ کہہ دیتا ہے کہ وہ زیادہ تر کس کا تتبع کرتا ہے اس صورت میں پہلے طریقہ کا استعمال جس کا ذکر اوپر آچکا ہے صرف اونہیں مقام پر کیا جاتا ہے جہاں واقعات ایک دوسرے کے بیان سے مختلف پائے جاتے ہیں۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اسمیں قدیم طرز سے بالکل کام نہیں لیا جاتا۔ اور صرف مسلسل عبارت میں واقعات لکھے جاتے ہیں اور کسی خاص موقع پر (اسناد) کا حوالہ دیا جاتا ہے کلیہ یہ ہے کہ جو واقعہ ایک دفعہ اچھی طرح بیان کیا جا چکا ہو پھر اس واقعہ کو دوسرے الفاظ میں نہ بیان کرنا چاہیئے۔ جہاں تک ممکن ہوتا ہے۔ مورخ اپنے ماخذ سے الگ جادہ اختیار نہیں کرتا۔ اور بجنسہ وہی الفاظ نقل کر دیتا ہے۔ اسطرح سے گویا جدید سے جدید مورخ اکثر پہلے مورخ کے لفظوں کو دوبارہ تحریر کرتا ہے ✦ عربوں کو بہت قدیم زمانہ سے شعر و سخن و محاورات کا مذاق تھا عربی زبان کی ترقی پر بلاشبہ اس سے بہت بڑا اثر پڑا۔ قبائل عرب کی لڑائیوں کے کارنامے گھوڑوں اونٹوں کے تعریفی قصائد۔ شکارنامے اور عشقیہ مضامین اور بعض اوقات غیر دول کے مقابلہ میں شجاعت آزمائی اور بعض اوقات شاہان عجم و ترک کے مال و دولت کے تذکرے قدیم زمانہ کے قصہ گو اور مغنیوں کا موضوع تھا حضرت محمد مصطفے اللہ علیہ وسلم (رسول اللہ) کا بڑے بھارے تغیرات کے ساتھ ظاہر ہونا اور عربوں کے فتوحات جن کے باعث وہ نصف مہذب دنیا کے حاکم ہو گئے تھے جو اس کے قبل حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ ایک نیا تاریخی مواد تھا جس کے سماعت اور تذکرہ سے لوگ کبھی عاجز نہیں ہوتے تھے۔

لوگوں کی خواہش رسول اللہ کے بارے میں ہر طرح کی واقفیت حاصل کرنے کی تھی۔ رسول اللہ کا اثر ان کے عہد میں اسقدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ انہوں نے ناممکن باتوں کو ممکن کر دکھایا اور قوم عرب میں دلیری اور اعتماد کی روح پھونک دی۔ جس کے سبب سے وہ بوزنتیہ اور بیشنفیہ قوتوں سے بھی زیادہ قوی ہو گئے۔

ہر شخص سے جس نے آنحضرت کی زیارت کی تھی یا آپ سے واقف تھا آنحضرت کے حالات دریافت کئے جاتے تھے۔ اور وہ شوق سے بیان کرتا تھا۔ اس سے بڑھ کر ایک یہ بات تھی۔ کہ قرآن میں کلام خدا کے بہت سے مشکل مسایل تصفیہ طلب رہ گئے تھے۔ اور اسی وجہ سے یہ معلوم کرنے کی سخت ضرورت تھی۔ کہ آنحضرت نے مختلف صورتوں میں کس طرح عمل کیا تھا اور ان کے بارہ میں کیا ارشاد فرمایا تھا۔ مدینہ سے بڑھ کر اور کہاں اس بارے میں واقفیت ہو سکتی تھی جہاں آنحضرت نے اپنی زندگی کا بہت بڑا حصہ گزارا اور جہاں آنحضرت کے اکثر اصحاب نے اپنی بقیہ عمریں پوری کیں لہذا مدینہ میں رفتہ رفتہ ایک مدرسہ قائم ہو گیا جس میں زیادہ تر حدیث نبوی کے درس اور آنحضرت کے پہلے جانشینوں کے اخبار کی تعلیم نے کم و بیش ایک مستقل صورت اختیار کی۔

تھوڑے ہی عرصہ میں تجسس کرنیوالے اسلام کے بزرگ اپنی یادداشت نویسی سے حافظہ کو مدد پہنچانے لگے۔ ان کے شاگردوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو کچھ اپنے اُستادوں سے سماعت کرتے تھے لکھ لیتے تھے اور گھر آتے وقت اُن نوشتوں کو اپنے ہمراہ لے آتے تھے۔ اس ذریعہ سے پہلی صدی کے اواخر میں بہت سے اقوال شائع ہو گئے تھے مثلاً حسن بصری (المتوفی ۱۱۰ھ مطابق ۷۲۸ء) کے پاس ایسی یادداشتوں کی تعداد کثیر تھی اور بعض اوقات اوس پر یہ الزام لگایا گیا کہ اُس نے ان اقوال کو جو در اصل کتب سے اخذ کئے گئے تھے سامعین سے بیان کیا کہ وہ اسے اسناداً پہونچے ہیں کہ اس زمانہ تک صرف زبانی روایتیں معتبر سمجھی جاتی تھیں اور بعض متقدمین کی نسبت اور خود حسن بصری کی نسبت یہ کہا جاتا ہے۔ کہ اُس نے اپنے مرنے کے وقت یہ حکم دیا کہ اُس کی تمام کتابیں جلا دی جائیں ان کتب سے ایک قسم کی مدد ملتی تھی اور اون علماء نے جو کچھ معلوم کیا تھا۔ دوسروں سے زبانی بیان کیا۔ اسی زمانہ کے بعد ایک مدت تک جبکہ لوگ کتابوں سے اخذ کرتے تھے۔ پرانا طریقہ رائج رہا مثلاً طبری دوسروں کی کتابوں سے بجنسہ کر اس طرح نقل کرتا ہے کہ گویا اس نے اس شخص سے سنا جس کی وہ سماعت کرتا تھا یا جسکی کتاب سے وہ نقل کر رہا ہے۔ اور اس طریقہ کو اس طرح سے ظاہر کر دیتا ہے۔ اخبرنا کذا محمد بن شیبہ فی کتابہ فی تاریخ البصرہ ✦✦

طبری سے متقدم مؤرخین

قانون فطرت کے موافق پہلی صدی ہجری کی کوئی مستقل کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ لیکن دوسری صدی ہجری میں اصلی کتابوں کی تصنیف شروع ہوئی۔ اولاً زبانی روایتوں سے ثانیاً علما کی نوشتوں سے۔ ثالثاً عہد ناموں۔

خطوں، شعروں، اور نسب ناموں سے مواد جتیا ہوا۔

نسب ناموں کی تحقیق حضرت عمرؓ کی گورنمنٹ میں لازمی گردانی گئی تھی کیونکہ اُنہی کے لحاظ سے چند لوگوں کو آنحضرتؐ کی قرابت کے مراتب یا اون کے عمدہ کاموں کی رعایت سے وظائف مقرر کئے جاتے تھے۔ اس شعبہ کی طرف پہلی صدی ہجری میں بھی توجہ کی گئی لیکن اوّل اوّل دوسری صدی میں اس کے متعلق کتابیں لکھی گئیں۔ ان کتابوں میں سب سے زیادہ مشہور کتابیں ابن الکلبی (متوفی سنہ ۱۴۶ ہجری) اور اُس کے بیٹے ہشام کی اور الشرقی ابن قطامی (متوفی سنہ ۱۵۰) کی ہیں۔

علم الانساب نے جس کی ضرورت توضیح نسب کے لئے پڑی تھی۔ تاریخ کے لئے راستہ کر دیا۔ بلاذری کی اعلیٰ کتاب انساب الاشراف عمدہ کی تاریخ نسبی ہے۔ سب سے پرانی تاریخ سیرۃ ابن اسحٰق (متوفی سنہ ۱۵۱ھ) کی ہے۔ یہ کتاب علی العموم قابل اعتبار ہے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ آنحضرتؐ کے حالات قبل بعثت اور آپ کے اجداد کی حالت میں بہت سی حکایتیں جنکی تکمیل اشعار موضوع ہیں سے ملا دی گئے ہیں۔ لیکن ابن اسحٰق کے زمانہ میں یہ حکایتیں مثل تاریخ کے مانی جاتی تھیں۔ کیونکہ اس سے پہلے ایسی حکایتیں آنحضرتؐ کے اصحاب نے بیان کی ہیں۔ اور فی الواقعی ناہموار اشعار کو آنحضرتؐ کے آباء اجداد کی طرف منسوب کرنے کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ الفہرست صفحہ ۹۲ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کے بارہ میں جنہیں ابن اسحٰق نے درج کیا ہے۔ دوسرے لوگوں نے ابن اسحٰق کو دھوکہ دیا۔ آنحضرتؐ کی سوانح عمری مصنفہ ابن عقبی جس کی بنیاد دو بڑے معتبر شخصوں عروہ بن زبیر متوفی سنہ ۹۴ھ اور الزہری متوفی سنہ ۱۲۴ھ کے بیان پر ہے۔ اتنا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل ناپید و مفقود ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر اسپرنگر نے اس کی ایک نقل حاصل کرنے کی حتی الامکان کوشش کی اور کچھ نتیجہ برآمد نہ ہوا۔ یہ کتاب چودھویں صدی تک شام کے مدرسوں میں تعلیم کے طور سے پڑھائی جاتی تھی۔

لیکن خوش قسمتی سے ہمارے پاس مغازی الرسول واقدی متوفی سنہ ۲۰۷ھ کی اور اسکے شاگرد ابن سعد کی کتاب طبقات بھی ہمارے پاس موجود ہے۔

الواقدی میں سیرۃ ابن اسحٰق سے زیادہ مواد ہے۔ لیکن اس کا طرز تحریر زیادہ تر عزیز ہے اور بعض اوقات ہمیں اُس سے اُن اقوال کو جاننے میں مدد ملتی ہے۔ جن میں ابن اسحٰق نے کسی قدر تبدیلی کی تھی۔

واقدی نے ابن اسحٰق سے زیادہ تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ اور مختلف واقعات کو آئینہ کر دیا ہے۔ واقدی کی بڑی خوبیاں اس کے روایت حدیث کے متعلق علم حاصل کرنے سے ظاہر ہیں۔ جو تاریخ اس کے شاگرد سعد نے درج کئے ہیں۔ اور اس کی خود اپنی کتاب میں بھی جس کا اکثر حصہ نہایت ہی عمدہ ہے پائے جاتے ہیں۔ تاریخ شام کے حالات کے متعلق ڈی گوئزی نے سنہ ۱۸۶۴ء میں خاص طور سے اشتہری کی اور اس نے یہ نتیجہ نکالا۔ کہ واقدی کی تاریخ اہم واقعات کے لحاظ سے صحیح ہے۔ تاہم اگلے مورخوں نے اس کا تتبع نہ کر کے کیسی وجہ سے مغالطہ کھایا ہے۔ واقدی کی تصدیق ان اوراق سے ہوتی ہے جنہیں سنہ ۱۸۹۰ء میں [illegible] نے شاہی خطوں میں لکھے ہوئے برٹش میوزیم میں محفوظ پائے ہیں واقدی کی سچائی اس سے بھی ظاہر ہے۔ کہ ابن اسحٰق نے جو سنین بڑے واقعات کے لکھے ہیں وہی واقدی نے بھی لکھے ہیں واقدی نے دس سال کی تاریخ قبل ہجرت میں [illegible] دیا ہے چونکہ اس مدت کی تاریخ ناقص ہے اس سبب سے بہت سی واقعات جو اس نے لکھے ہیں مشتبہ ہیں۔ (یقینی نہیں ہیں)

اگرچہ انہیں مشتبہ سمجھنے کے لئے بہت سی قوی اسباب ہیں۔ لیکن [illegible] کوئی [illegible] نہیں لکھ سکتا ہے۔ واقدی کے مد نظر بہت بڑی کتبی [illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ اس کے پاس [illegible] صندوق کتابیں تھیں۔ جنمیں اکثر اُسی کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یا لکھوائی ہوئی تھیں جسکا ایک حصہ ابو مخنف (متوفی سنہ ۱۵۷ھ) اور ابن اسحٰق و جس سے واقدی نے اخذ کیا ہے۔ لیکن نام نہیں بتایا۔ اور عوانہ متوفی سنہ ۱۴۷ھ اور دیگر مصنفین کی اصلی کتابوں کا تھا۔ ابو مخنف نے آنحضرتؐ کی وفات سے خلیفہ ولید ثانی تک کے حالات میں متعدد مفرد مضامین کے رسائل تصنیف کئے۔ مابعد کے مورخوں نے ان رسائل سے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ ان رسائل کے منتخبات تو ہمارے پاس بہت سے موجود ہیں۔ لیکن کوئی اصلی رسالہ نہیں ہے سوائے ایک افسانہ شہادت حضرت امام حسینؓ کے جسکی بنیاد اس کے اقوال پر ہے اور اس کے کچھ حصہ کا ترجمہ وسٹن فیلڈ نے جرمنی زبان میں شائع کیا ہے حاصل کر تاریخ عراق تو اس کا حصہ ہو گئی ہے عراق کی تاریخ اس نے سب سے بہتر لکھی ہے اس موضوع میں اسکی تاریخ طبری کا بڑا ماخذ ہے۔ واقدی کو اس بارے میں دوسروں پر ترجیح دیکجاتی ہے جیسا کہ اس کے ہمعصر مدائنی کو جو سن میں اس سے چھوٹا تھا خراسان کی مورخوں میں ترجیح دی جاتی ہے۔

مدائنی کی تاریخ الخلفا (جو طبری سے پہلے شائع ہوئی تھی۔ سب سے بہتر ہے اگرچہ سب سے پرانی نہیں ہے۔ یہ کتاب اب بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ اس کا وجود صرف ان منتخب عبارتوں سے پایا جاتا ہے جنہیں مابعد کے مورخوں نے علی الخصوص طبری اور بلاذری نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے ان انتخابوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس کی قوت بیانیہ کسقدر بڑی ہوئی تھی اور اس کے معلومات کیسے روشن اور صحیح تھے بلحاظ ایک نقاد مورخ ہونے کے اسکو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہئے اس کا سیاق یہ تھا کہ مختلف واقعات کو تنقید کرنے کے بعد درج کرتا تھا بہرحال بعض اوقات بہت سے اقوال کو مسلسل عبارت میں بیان کیا ہر مورخین کی قدر و منزلت کا اندازہ وہ ہوشیاری سے وسیع پیمانہ پر مقابلہ کرنے سے کیا جا سکتا ہے اس کی آزمائش برن [illegible] نے کی ہے جب کہ وہ خارجیوں کی تحقیق کر رہا تھا۔ اس نے اپنے ایک رسالہ میں کامل مبرد کے بیان اور مدائنی کے خلاصوں کا جنہیں بلاذری نے نقل کیا ہے اور ابو مخنف کے خلاصوں کا جنہیں طبری نے نقل کیا ہے مقابلہ کیا ہے اور یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مدائنی اور ابو مخنف کے معلومات اچھے ہیں۔ اور دونوں غیر متعصب ہیں۔

واقدی اور مدائنی کے ہمعصروں میں ابن [illegible] (متوفی سنہ ۲۱۱ھ) جو مہلب کا مورخ ہے۔ کامل مبرد کا خارجیوں کے بیان میں منجملہ اور ماخذوں کے ایک ماخذ ہے۔

اس کا ہمعصر ابن ہیثم بن عدی متوفی سنہ ۲۰۶ھ ہے۔ اسکی تصانیف اگرچہ گم ہو گئی ہیں۔ مگر اس کے اقتباسات اکثر (کتب میں) پائے جاتے ہیں۔ اسکا ہمعصر سیف بن عمر تمیمی ہے جس کی کتاب ہے اس کتاب سے طبری نے بہت کچھ اخذ کیا ہے۔ بلاذری نے بھی کتاب لکھی ہے اس سے اقتباس کیا ہے اس مصنف کے حالات سوانح عمری عربی زبان میں کہیں نہیں پائے جاتے ہیں اور نہ اوس کے ماخذ کا پتہ چلتا ہے الفہرست میں اس کا بہت کچھ ذکر ہے الفہرست کے مصنف نے اس بارے میں دھوکہ کھایا ہے کہ اس کے شاگرد شعیب کو اسکا استاد بتایا ہے حاجی خلیفہ کو سوائے نام کے اور اُس کا کچھ حال نہیں معلوم ہوا۔

اس نے تفصیلی حالات لکھے ہیں۔ لیکن اس کی کتاب میں افسانے بھرے ہوئے ہیں۔ صحت کے لحاظ سے واقدی سے اس کا درجہ کم ہے۔

(۲) واقدی کے ہمعصروں میں

مذکورہ بالا مورخوں کے علاوہ ابو عبیدہ

متوفی ۲۰۶ھ) کا بھی نام لینا ضرور ہے۔ ابوعبیدہ نے بہت سے تاریخی رسایل جدا جدا موضوع پر تصنیف کئے۔ ان رسالوں سے اکثر اقتباس کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ واقدی کا نام لینا بھی ضروری ہے جس کی اعلیٰ کتاب تاریخ مکہ اس کی وفات واقع ۲۲۳ھ کے بعد اس کے پوتے نے شایع کی۔

مذکورہ بالا مورخوں کا زمانہ تیسری صدی ہجری میں داخل ہے۔ لیکن ہمیں دوسری صدی ہجری کا ایک ضروری پارٹ جتنا باقی ہے وہ یہ کہ علمار فارس نے عرب کی تاریخ نویسی میں حصہ لینا شروع کیا۔ ابن مقفع نے عظیم الشان کتاب ملوک العجم کا ترجمہ کیا۔ اور دیگر اشخاص نے اسی کا تتبع کیا۔ طبری اور مسعودی کے بعد حمزہ نے بڑے شغل سے ابن قتیبہ و یعقوبی و دینوری ہمیں تاریخ ایران سے بہت کچھ آگاہ کرتے ہیں۔ یہاں کی تاریخ کا موضوع ان لوگوں نے ترجمہ کے ذریعہ سے حاصل کیا جو زیادہ قابل لحاظ اثر مترتب ہوا وہ یہ تھا کہ عربی زبان کو علم ادب اور سیاق انشا پر بہت بڑا اثر پڑا۔ اس زمانہ سے پچاس برس بعد عربی میں بواسطہ زبان سرک یا بلاواسطہ یونانی زبان سے ترجمے ہونے لگے یہ ترجمہ زیادہ تر علم فلسفہ کے تھے۔

لیکن عربوں نے تھوڑی بہت قدیم تاریخ کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ تیسری صدی ہجری میں دوسری صدی سے بہت زیادہ کتابیں تصنیف و تالیف ہوئیں۔ ابوعبیدہ کی جگہ اس کے بعد ابن الولی متوفی ۲۳۱ھ نے لی۔ اسنے بھی مثل ابوعبیدہ کے فن لغت میں شہرت حاصل کی۔ اس نے ایام جاہلیت کے قصائد اور رزمیہ اشعار پر لکھا۔ اس کی تصنیف کے بڑے حصہ کا اقتباس تبریزی کی شرح حماسہ میں درج ہے۔ اس سے بڑھ کر الریاشی کے حل اشعار یا حماسہ (شرح) میں کیا گیا ہے۔

ابن حبیب متوفی ۲۴۵ھ کو نسابوں میں خاص طرح کی شہرت حاصل ہے۔ ہمارے پاس اس کی ایک چھوٹی سی کتاب جسمیں قبایل عرب کے اسما پر بحث کی گئی ہے موجود ہے۔ اس کتاب کو وسٹنفلڈ نے ۱۸۵۰ء میں طبع کر دیا ہے۔

نفیس جس نے تاریخ مکہ ۲۲۳ھ میں لکھی عمر بن شبہ (ابو زید البصری) جس نے بصرہ کی تاریخ نہایت عمدہ لکھی ہے اور اب اقتباس پائے جاتے ہیں۔ ازرقی کے قائم مقام ہوئے۔ زبیر بن بکر متوفی ۲۵۶ھ کی تصنیفات سے ایک ٹکڑا کتب خانہ کوپریلو مقام قسطنطنیہ میں اور ایک گوٹین جن کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے ایک حصہ کو وسٹن فیلڈ نے شائع کیا ہے۔ زبیر بن بکر منجملہ طبری کے استادوں کے تھا۔ یہ شخص علم تاریخ اور علم الانساب کا فاضل تھا۔ ابعد کے مورخوں نے کثرت سے اس کی تصانیف

سے اقتباس کیا۔ یعقوبی ابن واضح نے ایک عام بیش بہا تاریخ لکھی۔ اس کتاب کے ہاؤٹسما نے لیڈن میں ۱۸۸۳ء میں اشاعت کر دی ہے۔ ہندوستان کے متعلق اس کی معلومات اپنے قبل اور بعد زمانہ بیرونی تک کے مورخوں سے بہتر ہے۔

ابن خردادبہ کی تاریخ اب بالکل مفقود ہو گئی ہے۔ ابن حکم متوفی ۲۵۷ھ نے فتح مصر و مغرب کے حالات لکھے ہیں اس کتاب سے ڈی سلین نے اپنی کتاب تاریخ بربر میں انتخاب کیا ہے اس کے علاوہ کاربی اور جونس نے بھی کیا ہے ان انتخابوں کے مشاہدہ سے ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اس کی لکھی ہوئی روایتیں اور افسانے مجموعی حالت سے صحیح ہیں۔

ابن حکم کو ابن اندلسی کے درجہ میں تاریخ نویسوں میں جس کا پایہ کسیقدر اس سے بڑا ہوا تھا شمار کرنا چاہئے۔

ابن قتیبہ کو اعلیٰ درجہ کے مورخوں میں شمار کرنا چاہئے۔ اس شخص نے جیساکہ رونزن نے بخوبی بتایا ہے۔ بہت سے رسالے کتابوں اعلیٰ درجہ کے انشاپرداز منشی جو خلفا و سلاطین کے میرمنشی یا پرائیوٹ سکرٹری ہوتے تھے انکی لیاقت علمی بڑھانے کی غرض سے تصنیف کئے۔ ان مفید رسائل میں رسالہ المعارف اور عیون الاخبار شامل ہیں اگرچہ آخرالذکر بلحاظ ترتیب کے علم ادب سے زیادہ تر تعلق رکھتی ہے۔

بلاذری متوفی ۲۷۹ھ کا درجہ بہت ارفع ہے بلاذری کی کتاب فتوحات عرب ڈی گوزی نے ۱۸۶۵-۶۶ء میں طبع کرا دیا ہے اس خاص تعریف کی سزاوار ہے جو مسعودی نے کی ہے۔ اسکی بڑی کتاب انساب الاشراف کا ایک ٹکڑا پیرس میں ہے اس کا نسخہ قیمتی کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کے دوسرے حصہ کو الورد نے ۱۸۸۳ء میں طبع کرا دیا ہے۔ اس کے ہمعصر ابی طاہر تیفور نے خلفاء عباسیہ کی تاریخ لکھی اس سے طبری نے اقتباس کیا ہے۔ اسکی تصنیف کا چھٹا حصہ برٹش میوزیم میں موجود ہے۔

دینوری کی اخبار الطوال گرگاس کے اہتمام سے ۱۸۸۸ء [illegible]

طبری

مذکورہ بالا مورخوں کو کم و بیش طبری کے عظیم الشان تصنیف نے بھلا دیا ہے۔

طبری کی شہرت پر اس کے زمانہ سے ہمارے زمانہ تک کبھی زوال نہیں آیا۔ طبری بجوبی اسکے لائق تھا کہ طبری کے عنوان سے صوب کے قدیم مورخوں پر مضمون لکھا جائے۔

ابوجعفر محمد بن جریر الطبری بلند قامت اور نحیف الجسم تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں اس کا رنگ گندمی تھا۔ اس کے بال مرتے دم تک کالے رہے۔ یہ بلا کا علم رکھتا تھا۔ ایسے بہت ہی کم لوگ تھے جو اس کے سامنے زبان کھول سکتے ہوں۔

طبری بمقام آمل طبرستان میں پیدا ہوا جوانی کے وقت بغداد میں آیا۔ یہاں مشاہیر زمانہ سے سماعت کی طبری نے مصر و شام کا سفر کیا جہاں وہ ۲۵۳ھ میں تھا۔ اور آخر عمر میں بغداد کی سکونت پر قناعت کی اور تاحیات ۳۱۰ھ تک بغداد میں رہا۔

طبری ہمیشہ اپنے کام میں مشغول رہتا تھا۔ اور ہر وقت اس کو شاگرد گھیرے رہتے تھے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ طبری چالیس برس روزانہ چالیس ورق لکھتا رہا بلاشبہ یہ قول مبالغہ سے خالی نہیں لیکن یہ بات یقینی ہے کہ وہ ہمیشہ مشغول رہتا تھا اس کی بڑی تصنیف تفسیر القرآن اور تاریخ الرسل والملوک ہے۔ حکایت کیجاتی ہے کہ اس کی دونوں کتابیں تیس تیس ہزار صفحات کی تھیں۔ اس مقدار کو طبری کے تلامذہ نے کتابت کیلئے حد سے زیادہ پایا بنابریں اس نے ٹھان لی کہ ان کا خلاصہ اصل مقدار کے دسویں حصہ میں کر دے۔ خدا سے دعا کی اور کہا انا للہ ماتت الھمم

نقل

عن الحسن بن ابی بکر عن احمد بن کامل ان توفی ابوجعفر بن جریر الطبری فی وقت المغرب من عشیۃ الاحد لیومین بقیا من شوال سنۃ ۳۱۰ھ ودفن فی بیتہ وقد الضحیٰ لنھار من یوم الاثنین غد ذالک الیوم فی دارہ برحبۃ یعقوب ولم یغیر شیبہ وکان السواد فی شعر راسہ ولحیتہ کثیرًا واخبرنی ان مولدہ فی اول سنۃ او اخر سنۃ ۲۲۵ھ وکان اسمر الی الادمۃ اعین نحیف الجسم مدید القامۃ فصیح اللسان ولم یوذن بہ احد واجتمع علیہ من لا یحصیھم عددا الا اللہ قال بعضھم ان مولدہ باٰمل سنۃ ۲۲۴ھ

(تاریخ دمشق ابن عساکر)

ذکر ابو محمد الفرغانی فی صلۃ التاریخ ان قوما من تلامذۃ محمد بن جریر ممن لازمہ منذ بلغ الحلم الی ان مات ثم قسموا علی تلک المدۃ اوراق مصنفاتہ فصار لکل یوم

اربع عشر ورقة وقلت هذا لا يمنا في كلام الشمساني لانه منذ بلغ الا بدان يكون له ستين سنة لا يخلوا اخبرنا القاضي عمر عبيد الله بن احمد السمسار وابو القاسم بن عقيل الوراق ان ابا جعفر الطبري قال لاصحابه اتنشطون لتفسير القرآن قالوا كم يكون قدره فقال ثلثون الف ورقة فقالوا هذا مما يفني الاعمار قبل تمامه فاختصره في نحو ثلاثة الاف ورقة ثم قال هل تنشطون لتاريخ العالم من آدم الى وقتنا هذا قالوا كم قدره فذكر نحوا مما ذكر في التفسير فاجابوه بمثل ذالك فقال انا لله ماتت الهمم

یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ روایت کہاں تک صحیح ہے لیکن اسمیں شک نہیں کہ اس کی تاریخ موجودہ مقدار سے کم کی گئی تھی۔ جہاں کہیں تفسیر اور تاریخ میں ایک ہی مضمون پر بحث کی گئی ہے تو ایسے موقعہ پر مختلف اسناد درج کئے گئے ہیں۔ تفسیر طبری بھی اسی طرح فن تفسیر میں منحصر علیہ ہے جس طرح سے فن تاریخ میں طبری منحصر علیہ ہے۔

تفسیر طبری کا استعمال علی العموم بغوی کے خلاصہ کیوا سطے سے ہوا۔ بغوی نے اسکا خلاصہ چھٹی صدی ہجری کی ابتدا میں کیا اس سے پہلے اصل کتاب کثرت سے پڑہے جا چکنے سے حد سے زیادہ بڑی تھی۔

یہ عظیم الشان تفسیر خدیوی کتب خانہ مصر میں تمام وکمال موجود ہے۔ اس کو فوراً شائع کر دینا چاہئے۔ تاریخ طبری عالم کی تاریخ ہے۔ خلق دنیا سے ۳۰۲ھ تک کے واقعات ہیں۔ لنڈن میں یہ کتاب زیر طبع ہے غالباً سات ہزار یا ساڑہے سات ہزار صفحہ میں آویگی مطبوعہ ڈیڑہ صفحہ ایک صفحہ قلمی کے برابر ہوگا طبری نے اپنے ماخذ کو ذیل کیا ہے۔ یہ ذیل مطبوعہ تاریخ طبری میں چھاپ دیا جائیگا اس ذیل میں رفقاء کے تراجم آنحضرت کے اصحاب اور تابعین کے تراجم دوسری صدی ہجری تک کے شامل ہیں۔ طبری کی دیگر تصانیف کا مفصل ذکر مقدمہ تاریخ طبری مطبوعہ لنڈن میں کیا جاویگا۔

تفسیر اور تاریخ میں کامیابی کا باعث سب باتوں سے بڑھ کر مصنف کا ذاتی اثر تھا طبری کے ہمعصر جیسا کچھ اس کا ادب آداب کرتے تھے۔ ان حکایات سے ظاہر ہے جو اس کے ترجمہ میں پائے جاتے ہیں طبری کے تلامذہ حد سے زیادہ اس کے علم کے معترف تھے جو کچھ طبری اُن سے کہتا تھا۔ اون کے نزدیک اس سے بہتر اور نہیں کہا جا سکتا۔

صحیح تو یہ ہے کہ اس کی دونوں بڑی تصنیفات خاصکر تفسیر جس کا مثل کامل ہونے میں اور از راہ علمیت وبے لوثی وانصاف کے بغیر تعصب ناقدین ناقدین کی رائے میں نہ قبل ہوا تھا نہ بعد ہوا ہے۔

ایک معمر کہتا ہے "اس کتاب کے حاصل کرنیکے لئے چین کا سفر جائز ہے۔" یہ خیال ایسا عام تھا کہ طبری کی رائے نقش شرح مانی جاتی تھی۔

تاریخ طبری بلحاظ ادب وانشاء پردازی کے کسی قدر کم رتبہ رکھتی ہے۔ اور اس کی وجوہ یہ ہیں۔ اوّل۔ کسیقدر مصنف کی عمر کی کمی وجہ سے۔ دوم۔ کسی قدر اس کے ماخذ اور مواد کے غیر معتدل ہونیکی وجہ سے اس طور سے کہ کسی مقام پر کثرت سے زیادہ اور کہیں بالکل کم ہیں۔ سوم۔ اور کسی قدر اصل کتاب کے خلاصہ کرنے میں تعجیل کے سبب سے تاہم اس کتاب کی قدر ومنزلت بہت کیجاتی ہے مصنف کا انتخاب اقوال زیادہ تر اچھا ہے۔ وہ اس بڑے امتیاز کا مستحق سمجھے جانے کے ابتدا سے حاصل ہے۔ چونکہ وہ اہم واقعات بہت تفصیل کے ساتھ لکھتا ہے۔ اس کی شہرت جیسا چاہئے تھا ویسی ہی بڑہتی گئی۔ عزیز جو اواخر چوتھی صدی ہجری میں تھا خلیفہ فاطمی کے کتب خانہ مصر میں اس کے بیس نسخے موجود تھے جنمیں ایک خود طبری کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا جب صلاح الدین عزیز مصر ہوا تو اس وقت شاہی کتب خانہ میں طبری کے بارہ سو نسخے موجود تھے۔ صرف شہزادے اور امراء اس کتاب کو رکھ سکتے تھے ہمیں معلوم ہے کہ یہ کتاب اکثر دیگر ممالک کے کتب خانوں میں موجود ہے۔ چونکہ اکثر ملکوں میں یہ متداول تھی یہ بات کہ اب اس کا پورا نسخہ کہیں سے نہیں ملسکتا۔ اور یہ کہ لیڈن نوٹیشن کا دارومدار صرف اُن شاذ اجزاء پر ہے جو مختلف ملکوں سے ملے ہیں ہمارے سامنے اس حیانہ ذلی تصویر کھینچ دیتی ہے جو اہل مشرق نے جہالت کی باعث اوٹھایا ہے تھوڑے ہی عرصہ کے بعد تاریخ طبری مختلف ملکوں میں ظاہر ہونے لگی اس کی اشاعت اسماء روات واشعار متدرجہ کو خارج کر کے اختصار کی صورت میں ہوئی۔ بہت سی منتخب عبارتیں جنہیں مصنفین نے اپنی کتابوں میں درج کی تھیں۔ طبری مطبوعہ لنڈن میں نہیں پائی جاتیں۔ بہت سے تداخل عمل میں آئے ایک دفعہ خود مصنف کے عہد میں اور خود اسی کے ہاتھوں پر طبری کے بہت سے ذیل لکھے گئے۔ مثلاً فرغانی (مفقود ہے) اور ہمدانی کا ذیل رہیہ جس میں کچھ حصہ اس کا موجود ہے۔ عریب قرطبی نے طبری کا خلاصہ کیا اور اسمیں مغرب کی تاریخ اور ۳۲۰ھ تک کے حالات اضافہ کئے۔ (الف)

(ب) ابن مسکویہ نے خلق عالم سے ۳۶۹ھ تک کی تاریخ اس غرض سے لکھی کہ تاریخ سے سبق اخذ کرے لکھے سے جہانتک اس کی کتاب کا حال معلوم ہے وہ پورے طور سے مقتدر ہے پہلے کے حالات میں طبری کا تتبع کرتا ہے اور بہت ہی شاذ کسی دوسرے مورخ سے لیتا ہو طبری کے بعد کے حالات خود اس نے مستقل طور سے لکھے ہیں۔ اس کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے بہت مشقت اور شاکر تاریخ لکھی۔ ۳۵۲ھ میں طبری کے خلاصہ کا ترجمہ بلعمی نے فارسی میں کیا بہرکیف اس نے بہت سی روائتیں گڈمڈ کر دی ہیں۔ ابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ نے طبری کی پوری تاریخ کا خلاصہ کیا ہے۔ اکثر انصاف کی نظر سے انتخاب کیا ہے لیکن بعض جگہ بہت ہی تعجیل کے ساتھ انتخاب کیا ہے۔ ابن اثیر نے بھی ۶۲۸ھ تک کے حالات بڑہائے ہیں۔ گو مگر ابن اثیر کو کہیں کہیں خفیف سے دقتیں جھیلنی پڑی ہیں۔ تاہم اس کی تاریخ طبری کے اصل کا اندازہ کرنے میں کارآمد ہے۔ ابعد کے مورخوں نے زیادہ تر طبری سے اقتباس کیا ہے۔ لیکن خوش قسمتی سے بعض اوقات دوسرے ماخذوں سے بھی استفادہ حاصل کیا ہے۔ خاصکر ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ نے ضروری تفصیل کا اضافہ کیا ہے۔ ان مابعد کے مؤرخوں کو مشاہیر کے تراجم اور مختلف ملکوں اور شہروں اور خاندانوں اور شاہزادوں کی تاریخوں سے قیمتی مدد ملی ہے اس موضوع پر چوتھی صدی سے مابعد تک بہت محنت اٹھائی گئی ہے۔

✠ خوشی قسمتی سے یہ تفسیر مصر میں چھپنا شروع ہو گئی ہے ہر پارہ کی تفسیر ایک جلد میں ہے نصف سے زیادہ چھپ چکی ہے۔ باقی زیر طبع ہے۔ اسکی مجموعی قیمت ۳۰ روپیہ ۳ کلدار ہے۔ یہ کتاب ابن سال میں عرب تاجر کتب حیدر آباد سے قیمتاً مل سکتی ہے۔ دیکھو مقدمہ جلد اوّل ◆

خط و کتابت

بخدمت کونٹ ٹالسٹائے صاحب ملک روس

از قادیان - مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۰۳ء

جناب - پہلے آپ کے مذہبی خیالات کتاب برٹش انسائیکلوپیڈیا کے جلد ۳۳ میں پڑھے ہیں جو کہ انہیں دنوں میں انگلستان میں طبع ہوئی ہے اور اس بات کے معلوم کرنے سے مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے ممالک پر جو تاریکی تثلیث نے ڈال رکھی ہے - اس کے درمیان کہیں کہیں خالص موتی بھی پائے جاتے ہیں جو کہ خدائے قادر ازلی ابدی ایک سچے معبود کے جلال کے اظہار کے لئے چمکتے ہیں - مسیح کی خوشحالی اور دعا کے متعلق آپ کے خیالات بالکل ایسے ہیں جیسے کہ ایک مومن مسلمان کے ہونے چاہئیں - میں آپ کے ساتھ ان باتوں میں بالکل متفق ہوں کہ عیسے مسیح ایک سچا الہامی معلم تھا اور کہ اس کو خدا سمجھنا یا خدا سمجھ کر پرستش کرنا سب سے بڑا کفر ہے - علاوہ ازیں میں آپ کو اس امر سے بھی بخوشی اطلاع دیتا ہوں کہ حضرت عیسے کی قبر کے مل جانے سے کافی طور پر ثابت ہو گیا ہے - یہ قبر کشمیر میں ملی ہے اور ان تحقیقات کا اشتہار حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کیا ہے جو کہ توحید الٰہی کے سب سے بڑھ کر محافظ ہیں اور جنکو خدائے قادر کی طرف سے مسیح موعود کا خطاب عطا کیا گیا کیونکہ ایک سچے خدا کی سچی محبت میں وہ کامل پائے گئے ہیں - وہ اس زمانہ میں منجانب اللہ ملہم مصلح اور خدا کے سچے رسول ہیں - وہ سب جو اس مسیح پر ایمان لاویں گے خدا کی طرف سے برکتیں پائیں گے جو کوئی انکار کریگا اس پر غیور خدا کا غضب بھڑکیگا - میں آپکو ایک علیحدہ پیکٹ میں خدا کے اس مقدس نبی کی تصویر معہ یسوع کی قبر کی تصویر کے روانہ کرتا ہوں - آپ کا جواب آنے پر میں بخوشی اور کتابیں آپ کو ارسال کروں گا -

میں ہوں آپ کا سچا خیر خواہ

مفتی محمد صادق - از قادیان

اس خط کے جواب میں ۲۹ - جون کو مفصلہ ذیل خط کونٹ ٹالسٹائے کی طرف سے آیا ہے

بخدمت مفتی محمد صادق صاحب -

پیارے جناب

آپ کا خط معہ مرزا غلام احمد صاحب کی تصویر اور میگزین ریویو آف ریلیجنز کے ایک نمونے کے پرچے کے مجھے ملا - وفات عیسے کے ثبوت اور اس کی قبر کی تحقیقات میں مشغول ہونا بالکل بے فائدہ کوشش ہے - کیونکہ عقلمند انسان حیات عیسے کا قائل کبھی ہو نہیں سکتا .... ہمیں معقول مذہبی تعلیم کی ضرورت ہے اور اگر مرزا احمد صاحب کوئی نیا معقول مسئلہ پیش کریں تو میں بڑی خوشی سے اس سے فائدہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں ..... میگزین کے نمونے کے پرچے میں مجھے دو مضمون بہت ہی پسند آئے ہیں - یعنی گناہ سے کس طرح آزادی ہو سکتی ہے اور آئندہ زندگی کے مضامین میں خصوصاً دوسرا مضمون مجھے بہت پسند آیا ہے - نہایت ہی شاندار اور صداقت سے بھرے ہوئے خیالات ان مضامین میں ظاہر کئے گئے ہیں - میں آپ کا نہایت ہی شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے یہ پرچہ بھیجا اور آپ کی چٹھی کے سبب بھی میں آپ کا بہت ہی شکر گزار ہوں -

میں ہوں آپ کا مخلص ٹالسٹائے

از ملک روس - ۵ - جون ۱۹۰۳ء

ایک افسوسناک کارروائی اور حسد کا کامل نمونہ

چند روز سے ایک اخبار زمیندار نامی جناب منشی سراج الدین احمد صاحب کی ایڈیٹری میں لاہور سے شائع ہونا شروع ہوا ہے چونکہ ہمارے منشی محبوب عالم صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار کو کسی ہمعصر کا فروغ یا اشاعت حاشا مرغوب نہیں ہوتی اس لئے آپ کو اخبار زمیندار اچھا نہیں معلوم ہوا آپ نے فوراً ایک نوٹس صاحب اخبار کے نام تار اور یہ لکھا کہ "اسی نام اور اسی مقصد کے ایک رسالہ کا میں بھی مالک و ایڈیٹر ہوں - اسواسطے کہ جس نام کو میں نے بہت سا روپیہ اور محنت خرچ کرکے مشہور کیا ہے آپ کو اس کے اختیار کر لینے سے میرے نقصان کا یقین ہے وغیرہ وغیرہ" پھر منشی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ پوسٹ ماسٹر صاحب لاہور کو بھی ایک رجسٹری شدہ خط بھیجا جسکا مضمون غالباً یہ ہو گا کہ "فلاں شخص نے میرے رسالہ کا نام رکھ لیا ہے اس کی خط و کتابت تا فیصلہ عدالت روک لیجائے" خدا معلوم پوسٹ ماسٹر صاحب نے اس کو کیسا سنگین معاملہ سمجھا کہ بیچارے ایڈیٹر اخبار زمیندار کے خطوں کو کلیۃً روک دیا پھر اس کے بعد ایڈیٹر زمیندار نے بہت کچھ واویلا مچایا جس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ پوسٹ ماسٹر صاحب بہادر لاہور اور ڈویژنل انسپکٹر صاحب نے بذات خود اس معاملہ کی تحقیق کرکے پوسٹ ماسٹر جنرل کی خدمت میں یہ رپورٹ بھیجی -

"کہ مسٹر محبوب عالم کا کوئی حق نہیں کہ وہ منیجر و مالک موجودہ زمیندار کی خط و کتابت کا دعوی کر سکے - یہ امر اس کی ہی چٹھی سے ثابت ہے جس میں یہ لکھا ہے کہ "وہ اپنا زمیندار ایک بار پھر زندہ کرنے کی خواہش رکھتا ہے اور پیسہ اخبار مورخہ ۱۲ اگست ۱۹۰۱ء میں اس بارہ میں اشتہار بھی ہے" اس فقرہ سے صاف ثابت ہے کہ جس زمیندار کی ایڈیٹری کا پیسہ اخبار دعوی کرتا ہے اس کا اب کوئی وجود نہیں اور اس لئے اسے اس نام کی خط و کتابت کا کوئی حق نہیں پیسہ اخبار کا دعوے محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

منشی محبوب عالم تمہیں شرم کرنی چاہیے کہ تم نے اپنے ایک عزیز ہمعصر سے حسد اور بیدردی کا برتاؤ کرکے نہ صرف خود ذلت اٹھائی بلکہ دیسی پریس کو بد نام کیا تم دوسروں پر تو جھٹ اعتراض اور سب و قدح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہو مگر تمہیں اپنی خبر نہیں تمام حملوں اور افترا پردازیوں کی جو تم دوسروں پر کیا کرتے ہو خداوند تعالی نے تمہیں یہ سزا دی کہ تمہاری نسبت ایک سرکاری ملازم کی قلم سے یہ الفاظ نکلے "کہ پیسہ اخبار کا دعوے محض شرارت پر مبنی ہے جو ایک نئے اخبار کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا گیا ہے"

افسوس

صد افسوس - از کرزن گزٹ

مطبع انوار احمدیہ پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی چھپکر شائع ہوتا ہے

موعظۃ الحسنہ

گذشتہ اشاعت سے آگے

جس کو مصائب شدائد اس قدر صیقل کر دیتے ہیں کہ اخلاق الٰہی اسمیں منعکس ہو جاتے ہیں اور یہ اسوقت ہوتا ہے جب بہت مجاہدات اور تزکیوں کے بعد اس کے اندر کسی قسم کی کدورت یا کثافت نہ رہے۔ تب یہ درجہ نصیب ہوتا ہے ہر ایک مومن کو ایک حد تک ایسی صفائی اخلاق کی ضرورت ہے کوئی مومن بلا آئینہ ہوئے کے نجات نہ پائے گا سلوک والا خود یہ صیقل کرتا ہے۔ اپنے کام مصائب اوٹھاتا ہے۔ لیکن جذبہ والا مصائب میں ڈالا جاتا ہے خدا خود اس کا مصقل ہوتا ہے اور طرح طرح کے مصائب شدائد سے صیقل کر کے اُس کو آئینہ کا درجہ عطا کر دیتا ہے۔ در اصل سالک و مجذوب دونوں کا ایک ہی نتیجہ ہے سو متقی کے دو حصے ہیں سلوک و جذب۔ تقوی جیسے کہ میں بیان کر آیا ہوں کسیقدر تکلف کو چاہتا ہے۔ اسی لئے تو فرمایا کہ ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب الخ۔ اس میں ایک تکلف ہے مشاہدہ کے مقابل ایمان بالغیب لانا ایک قسم کے تکلف کو چاہتا ہے۔ سو متقی کیلئے ایک حد تک تکلف ہے کیونکہ جب وہ صالح کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ تو پھر غیب اُس کے لئے غیب نہیں رہتا کیونکہ صالح کے اندر سے ایک نہر نکلتی ہے جو اسمیں سے نکلکر خدا تک پہنچتی ہے۔ وہ خدا اور اس کی محبت کو اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے۔ کہ من کان فی ھذہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمی۔ اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تک انسان پوری روشنی اسی جہان میں نہ حاصل کرے وہ کبھی خدا کا منہ نہ دیکھیگا سو متقی کا کام یہی ہے۔ کہ وہ ہمیشہ ایسے سرمے طیار کرتا رہے جس سے اس کا روحانی نزول الماء دور ہو جاوے۔ اب اس سے ظاہر ہے کہ متقی شروع میں اندھا ہوتا ہے مختلف کوششوں اور تزکیوں سے وہ نور حاصل کرتا ہے۔ سو جب سوجاکھا ہو گیا۔ اور صالح بن گیا پھر ایمان بالغیب نہ رہا۔ اور تکلف بھی ختم ہو گیا۔ جیسے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو برائے العین اسی عالم میں بہشت دوزخ وغیرہ سب کچھ مشاہدہ کرا دیا گیا۔ جو متقی کو ایک ایمان بالغیب کے رنگ میں ماننا پڑتا ہے وہ تمام آپکے مشاہدہ میں آگیا۔ سو اس آیت میں اشارہ ہو کہ متقی اگرچہ اندھا ہے اور تکلیف کے تکلف میں ہے۔ لیکن صالح ایک دار الامان میں آگیا ہے اور اس کا نفس نفس مطمئنہ ہو گیا ہے۔ متقی اپنے اندر ایمان بالغیب کی کیفیت رکھتا ہے۔ وہ اندھا دھند طریق سے چلتا ہے اس کو کچھ خبر نہیں۔ ہر ایک بات پر اس کا ایمان بالغیب ہے۔ یہی اوس کا صدق ہے۔ اور اس صدق کے مقابل خدا کا وعدہ ہے۔ کہ وہ فلاح پائیگا اولٰئک ھم المفلحون۔

اس کے بعد متقی کی شان میں آیا ہے۔ ویقیمون الصلوۃ یعنے وہ نماز کو کھڑی کرتا ہے۔ یہاں لفظ کھڑی کرنے کا آیا ہے۔ یہ بھی اس تکلیف کیطرف اشارہ کرتا ہے جو متقی کا خاصہ ہے۔ یعنے جب وہ نماز شروع کرتا ہے تو طرح طرح کے وساوس کا اسے مقابلہ ہے۔ جن کے باعث اُس کی نماز گویا بار بار گرتی پڑتی ہے جسے کہ اس نے کھڑا کرنا ہے جب اس نے اللہ اکبر کہا۔ تو ایک ہجوم وساوس ہے جو اس کے حضور قلب میں تفرقہ ڈال رہا ہے۔ وہ اُن سے کہیں کا کہیں پہنچ جاتا ہے پریشان ہوتا ہے۔ ہر چند حضور و ذوق کے لئے لڑتا مرتا ہے۔ لیکن نماز جو گری پڑتی ہو بڑی جانکنی سے اوسے کھڑا کرنے کے فکر میں ہو بار بار ایاک نعبد وایاک نستعین کہکر نماز کے قائم کرنے کے لئے دعا مانگتا ہے اور ..... اھدنا الصراط المستقیم کی ہدایت چاہتا ہو جس سے اُس کی نماز کھڑی ہو جاوے۔ ان وساوس کے مقابلے میں متقی ایک بچہ کی طرح ہے جو خدا کے آگے گڑگڑاتا ہے۔ روتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ میں اخلد الی الارض ہو رہا ہوں۔ سو یہی وہ جنگ ہے جو متقی کو نماز میں نفس کے ساتھ کرنا ہے اور اسی پر ثواب مترتب ہوگا۔

بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو نماز میں وساوس کو فی الفور دور کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یقیمون الصلوۃ کی منشا کچھ اور ہے۔ کیا خدا نہیں جانتا۔ حضرت شیخ عبد القادر گیلانی کا قول ہے کہ ثواب اسوقت تک ہے جب تک مجاہدات ہیں اور جب مجاہدات ختم ہو گئے۔ تو ثواب ساقط ہو جاتا ہے۔ گویا صوم و صلوۃ اس وقت تک اعمال ہیں جب تک ایک جد و جہد سے وساوس کا مقابلہ ہے لیکن جب ان میں ایک اعلیٰ درجہ پیدا ہو گیا اور صاحب صوم و صلوۃ تو دوسے تکلف سے بچ کر صلاح سے رنگین ہو گیا تو اب صوم و صلوۃ اعمال نہیں رہے اسموقع پر انہوں نے سوال کیا ہے کہ کیا اب نماز معاف ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ثواب تو اسوقت تک تھا جسوقت تک تکلف کرنا پڑتا تھا۔ سو بات یہ ہے کہ نماز عمل نہیں بلکہ ایک انعام ہے۔ یہ نماز اُس کی ایک غذا ہے۔ اُسکے لئے قرۃ العین ہے۔ یہ گویا نقد بہشت ہے۔

مقابل میں وہ لوگ جو مجاہدات میں ہیں وہ کشتی کر رہے ہیں اور یہ نجات پا چکا ہے سو اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا سلوک جب ختم ہوا تو اُس کے مصائب بھی ختم ہو گئے۔ مثلاً ایک مخنث اگر کہے کہ وہ کبھی کسی عورت کیطرف نظر اوٹھا کر نہیں دیکھتا تو وہ کونسی نعمت یا ثواب کا مستحق ہے اسمیں تو صفت بدنظری ہے ہی نہیں۔ لیکن ایک مرد صاحب رجولیت اگر ایسا کرے تو ثواب پاوے گا۔ اسی طرح انسان کو ہزاروں مقامات طے کرنے پڑتے ہیں۔ بعض بعض امور میں اُس کی مشاقی اس کو قادر کر دیتی ہے۔ نفس کے ساتھ اُس کی مصالحت ہو گئی اب وہ ایک بہشت میں ہے۔ لیکن وہ پہلا سا ثواب نہیں رہے گا۔ وہ ایک تجارت کر چکا ہے جسکا اب وہ نفع اوٹھا رہا ہے۔ لیکن پہلا رنگ نہ رہیگا انسان میں ایک فعل تکلف سے کرتے کرتے اُس میں طبیعت کا رنگ پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک شخص جو طبعی طور سے لذت پاتا ہے۔ وہ اس قابل نہیں رہتا کہ اس کام سے ہٹایا جاوے۔ وہ طبعاً یہاں سے ہٹ نہیں سکتا۔ سو اتقا اور تقوے کی حد تک پورا انکشاف نہیں ہوتا وہ ایک قسم کا دعویٰ ہوتا ہے۔

اس کے بعد متقی کی شان میں ومما رزقنٰھم ینفقون۔ آیا ہے۔ یہاں متقی کے لئے مما کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اسوقت وہ ایک اعمیٰ کی حالت میں ہے۔ اس لئے کہ جو کچھ خدا نے اُسکو دیا اُسمیں سے کچھ خدا کے نام کا دیا۔ حق یہ ہے کہ اگر وہ آنکھ رکھتا۔ تو دیکھ لیتا کہ اوس کا کچھ بھی نہیں۔ سب خدا کا ہی ہے۔ یہ ایک حجاب تھا جو اتقا میں لازمی ہے۔ اس حالت اتقا کے تقاضے نے متقی سے خدا کے دئے میں سے کچھ دلوایا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے ایام وفات میں دریافت فرمایا کہ گھر میں کچھ ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک دینار تھا۔ فرمایا کہ یہ سیرت یگانگت سے بعید ہے کہ ایک چیز بھی اپنے پاس رکھی جاوے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اتقا کے درجہ سے گذر کر صلاحیت تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے مما ان کی شان میں نہ آیا۔ کیونکہ وہ اندھا ہے جس نے کچھ اپنے پاس رکھا اور کچھ خدا کو دیا لیکن

لازمۂ متقی تھا- کیونکہ خدا کے راہ دیتے ہیں بھی اُسے نفس کے ساتھ جنگ تھا- جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کچھ دیا اور کچھ رکھا- وہاں رسول اکرم نے سب خدا کو دیا- اور اپنے لئے کچھ نہ رکھا-

جیسے دھرم مہوتسو کے مضمون میں انسان کی تین حالتیں ذکر کی گئیں ہیں- جو انسان پر ابتدا سے انتہا تک وارد ہوتی ہیں- اسی طرح یہاں بھی قرآن نے جو انسان کو تمام مراحل ترقی کے طے کرانے آیا- اتقا سے شروع کیا- یہ ایک تکلیف کا راستہ ہے- یہہ ایک خطرناک میدان ہے اُس کے ہاتھ میں تلوار ہے اور مقابل بھی تلوار ہے- اگر بچگیا تو نجات پاگیا ورلا اسفل السافلین میں پڑگیا چنانچہ یہاں متقی کی صفات میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ ہم دیتے ہیں- اُسے سب کا سب خرچ کردیتا ہے- متقی میں ابھی اسقدر ایمانی طاقت نہیں جو نبی کی شان ہوتی ہے- کہ وہ ہمارے ہادی کامل کی طرح کل کا کل دیا ہوا خدا کا خدا کو دیدے- اسی لئے یہاں مختصر سا ٹیکس لگایا گیا- تاکہ چاشنی چکھکر زیادہ کے لئے طیار ہوجاوے- و مما رزقنٰھم ینفقون- رزق سے مراد صرف مال نہیں- بلکہ جو کچھ اُن کو عطا ہوا- علم حکمت طبابت یہ کچھ رزق میں ہی شامل ہے- اُس کو اُسی میں سے خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتا ہے- انسان نے اس راہ میں بتدریج اور زینہ بزینہ ترقی کرنا ہے- اگر انجیل کی طرح یہہ تعلیم ہوتی کہ گال پر ایک طمانچہ کھا کر دوسرا طمانچہ کھانے کے لئے گال آگے رکھدی جاوے یا سب کچھ دے دیا جاوے- تو اُس کا نتیجہ یہہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح تعلیم کے ناممکن التعمیل ہونے کے باعث ثواب سے محروم رہتے لیکن قرآن تو حسب فطرت انسانی آہستہ آہستہ ترقی کراتا ہے انجیل کی مثال تو اُس لڑکے کی ہے جو مکتب میں داخل ہوتے ہی بڑی مشکل کتب کی کتاب پڑھنے کیلئے مجبور کیا گیا ہے- اللہ تعالےٰ حکیم ہے اس کی حکمت کا یہی تقاضا ہونا چاہئے تھا کہ تدریج کے ساتھ تعلیم کی تکمیل ہو-

اس کے بعد متقی کے لئے فرمایا والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون- یعنے متقی وہ ہوتے ہیں جو پہلے نازل شدہ کتب پر اور تجھ پر جو کتاب نازل ہوئی اُس پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں- یہ امر بھی تکلف سے خالی نہیں- ابھی تک ایمان ایک محجوبیت کے رنگ میں ہے- متقی کی آنکھ معرفت اور بصیرت کی نہیں- اُس نے تقوی سے شیطان کا مقابلہ کرکے ابھی ایک بات کو مان لیا ہے- یہی حال اسوقت ہماری جماعت کا ہے- انہوں نے بھی تقوے سے مانا ہے اور ابھی وہ نہیں جانتے کہ یہہ جماعت کہاں تک نشو و نما الٰہی ہاتھوں سے پانیوالی ہے یہہ ایک ایمان ہے- جو بالآخر فائدہ رساں ہوگا

یقین کا لفظ عام طور پر جب استعمال ہو تو اس سے مراد اس کا ادنیٰ درجہ ہوتا ہے- یعنے علم کے تین مدارج میں سے ادنیٰ درجہ کا علم یعنے علم الیقین اس درجہ پر اتقاء والا ہوتا ہے مگر بعد اس کے عین الیقین اس درجہ پر اتقاء والا ہوتا ہے- مگر بعد اس کے عین الیقین اور حق الیقین کا مرتبہ بھی تقوے کے مراحل طے کرنے کے بعد حاصل کرلیتا ہے-

تقوے کوئی چھوٹی چیز نہیں- اس کے ذریعہ ان تمام شیطانوں کا مقابلہ کرنا ہوتا ہے- جو انسان کے ہر ایک اندرونی طاقت و قوت پر غلبہ پائے ہوئے ہیں- یہہ تمام قوتیں نفس امارہ کی حالت میں انسان کے اندر شیطان ہیں- اگر اصلاح نہ پائیں گے تو انسان کو غلام کرلیں گے- علم و عقل ہی بُرے طور پر استعمال ہو کر شیطان ہو جاتے ہیں- متقی کا کام ان کی اور ایسا ہی اور کل قویٰ کی تعدیل کرنا ہے- ایسا ہی جو لوگ انتقام- غضب یا نکاح کو ہر حال میں بُرا جانتے ہیں- وہ بھی صحیفہ قدرت کے مخالف ہیں اور قویٰ انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں- سچا مذہب وہی ہے جو انسانی قوٰے کا مربی ہو نہ کہ ان کا استیصال کرے رجولیت یا غضب جو خدا تعالیٰ کی طرف سے فطرت انسانی میں رکھے گئے ہیں اُن کو چھوڑنا خدا کا مقابلہ کرنا ہے جیسے تارک الدنیا ہونا یا راہب بنجانا- یہ تمام حق العباد کو تلف کرنے والے ہیں اگر یہہ امر ایسا ہی ہوتا- تو گویا اُس خدا پر اعتراض ہے جس نے یہ قویٰ ہم میں پیدا کئے- سو ایسی تعلیمیں جو انجیل میں ہیں- اور جن سے قوٰے کا استیصال لازم آتا ہے- منوات تک پہونچاتی ہیں- اللہ تعالیٰ تو اس کی تعدیل کا حکم دیتا ہے ضایع کرنا پسند نہیں کرتا- جیسے فرمایا ان اللہ یامر بالعدل والاحسان الخ- عدل ایک ایسی چیز ہے جس سے سب کو فائدہ اُٹھانا چاہئے- مسیح کا یہہ تعلیم دینا کہ اگر تو بُری آنکھ سے دیکھے تو آنکھ نکال ڈال اس میں اور قویٰ کا استیصال ہے کیونکہ تعلیم ایسی نہ کی کہ تو غیر محرم عورت کو ہرگز نہ دیکھ- اجازت دی کہ دیکھ تو ضرور بعد دیکھنے کے دیکھنا چاہئے- کہ اُس کے قویٰ پر کیا اثر ہوگا- کیوں نہ قرآن کی طرح آنکھ کو ٹھوکر والی چیزوں کے دیکھنے سے روکا اور آنکھ جیسی مفید اور قیمتی چیز کو ضایع کرنے کا افسوس لگایا-

آجکل پردہ پر حملے کئے جاتے ہیں- لیکن یہ لوگ جانتے نہیں کہ اسلامی پردہ سے مراد زندان نہیں بلکہ ایک قسم کی روک ہے- کہ غیر مرد اور عورت ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکے- جب پردہ ہوگا ٹھوکر سے بچیں گے ایک منصف مزاج کہہ سکتا ہے- کہ ایسے لوگوں میں جہاں غیر مرد و عورت اکٹھے بلاتامل اور بے حجاب مل سکیں- سیریں کریں- کیونکر جذبات نفس سے اضطراراً ٹھوکر نہ کھائیں گے- بسا اوقات سننے دیکھنے میں آیا ہے- کہ ایسی قومیں غیر مرد و عورت کو ایک مکان میں تنہا رہنے کو حالانکہ دروازہ بھی بند ہو کوئی عیب نہیں سمجھتے- یہ گویا تہذیب ہے- انہی بدنتایج کو روکنے کے لئے شارع اسلام نے وہ باتیں کرنے ہی کی اجازت نہ دی جو کسی کی ٹھوکر کا باعث ہو- ایسے موقع پر یہہ کہہ دیا کہ جہاں اس طرح غیر محرم مرد و عورت جمع ہوں تیسرا اون میں شیطان ہوتا ہے- اون ناپاک نتایج پر غور کرو- جو یورپ اس خلیع الرسن تعلیم سے بھگت رہا ہے- بعض جگہ بالکل قابل شرم طوائفانہ زندگی بسر کی جا رہی ہے یہ انہی تعلیموں کا نتیجہ ہے اگر کسی چیز کو خیانت سے بچانا چاہتے ہو تو حفاظت کرو- لیکن اگر حفاظت نہ کرو اور یہ سمجھ رکھو کہ بھلے مانس آدمی ہیں تو یاد رکھو کہ وہ ضرور چیز تباہ ہوگی اسلامی تعلیم کیا پاک تعلیم ہے کہ جس نے مرد و عورت کو الگ رکھکر ٹھوکر سے بچایا اور انسان کی زندگی حرام اور تلخ نہیں کی جس سے یورپ نے آئے دن کی خانہ جنگیاں اور خودکشیاں دیکھیں- بعض شریف عورتوں کا طوائفانہ زندگی بسر کرنا- ایک عملی نتیجہ اُس اجازت کا ہے جو غیر عورت کو دیکھنے کے لئے دی گئی اللہ تعالےٰ جسقدر قوٰے عطا فرمائے وہ ضایع کرنے کے لئے نہیں دئے گئے- ان کی تعدیل اور جائز استعمال کرنا ہی اون کی نشو و نما ہے- اسواسطے اسلام نے قوٰے رجولیت یا آنکھ کے نکالنے کی تعلیم نہیں دی بلکہ اون کا جائز استعمال اور تزکیہ نفس کیا جیسے فرمایا- قد افلح المؤمنون ایسا ہی یہاں بھی کہا متقی کی زندگی کا نقشہ کھینچکر آخر میں بطور نتیجہ یہہ کہا- واولئک ھم المفلحون یعنے وہ لوگ جو تقوی پر قدم مارتے ہیں ایمان بالغیب لاتے ہیں- نماز ڈگمگاتی ہے- پھر اُسے کھڑا کرتے ہیں- خدا کے دئے سے دیتے ہیں- باوجود خطرات نفس بلا سوچے گذشتہ اور موجودہ کتاب اللہ پر ایمان لاتے ہیں- اور آخر کار وہ یقین تک پہنچ جاتے ہیں- یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت کے سرپر ہیں- وہ ایک ایسی سڑک پر ہیں جو برابر آگے کو جا رہی ہے- اور جس سے آدمی فلاح تک پہنچتا ہے- پس یہی لوگ فلاح یاب ہیں- جو منزل مقصود تک پہنچ جاوینگے- (باقی آیندہ)

آریہ دھرم

وید کی تعلیم کے رُو سے کہ ارواح اور مادہ خود بخود ہیں۔ پرمیشر کے وجود کی کچھ ضرورت معلوم نہیں ہوتی اور ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ جب یہ تمام قوی جو روحوں اور ذرات میں موجود ہیں کسی موجد کی محتاج نہیں۔ اور ان کا وجود کسی صانع کے وجود پر موقوف نہیں تو پھر صرف روح اور جسم کو جوڑنے کی صنعت جو ادنیٰ درجہ کی صنعت ہے۔ کیونکر کسی صانع کی محتاج ہو سکتی ہے۔ غرض یہ خیال کہ پرمیشر نے بعض اجزا کو بعض سے جوڑا ہے اور روح کو جو قدیم سے خود بخود موجود ہے۔ اُن قدیم اجسام میں داخل کیا ہے۔ یہ نہایت کمزور خیال ہے اور اُس کو صانع کے وجود پر دلیل سمجھنا سراسر ناسمجھی ہے کیونکہ جب کہ یہ تمام چیزیں قدیم سے علیحدہ علیحدہ خود بخود موجود ہیں اور اپنے وجود اور بقا میں دوسرے کی محتاج نہیں تو پھر ان چیزوں کے باہمی اتصال یا انفصال کے لئے کیوں پرمیشر کی حاجت ہے۔ اگر پرمیشر کی ذات ایسی واقع نہیں جو اُسی سے تمام چیزوں کا ظہور ہو اور اُسی سے تمام چیزوں کی بقا رہو اور اُسی سے ہر ایک چیز کو فیض پہنچے تو خود اس کا وجود فضول ہوگا اور اس کے وجود پر کسی چیز کی دلالت کاملہ نہیں ہوگی ہندوؤں کا یہ خیال کہ نیستی سے ہستی نہیں ہو سکتی۔ صاف بتلا رہا ہے کہ خدا تعالیٰ اور اُس کی ذات اور صفات کی معرفت کی سچی کتابیں ہرگز اُن کو نہیں ملیں لہٰذا اُنہوں نے اپنے پرمیشر کے افعال اور اُس کی قوت اور شکتی کو صرف انسان کی قوت اور شکتی پر قیاس کر لیا ہے۔ اُن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ کیونکر انسان کی سچی خوابوں اور واقعی کشفوں میں ہزارہا ایسی چیزیں وجود پذیر ہو جاتی ہیں کہ ابھی وہ بکلّی پردہ نیستی میں مختفی ہوتی ہیں اور سالہائے دراز کے بعد ان کا ظہور ہوتا ہے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ نیستی سے ہستی نہیں کر سکتا تو کشفوں اور خوابوں میں ایسی ہستی کیوں ظہور میں آ جاتی ہے جس کا خارج میں کوئی نام و نشان نہیں۔ مثلاً اگر کسی کے گھر میں بیس سال کے بعد بیٹا پیدا ہونا ہو تو کبھی کبھی ایسا عجیب کشف یا عجیب خواب اُس کو دکھلائی جاتی ہے کہ جو بیٹا پیدا ہونے سے پہلے بلکہ اُس بیٹے کی ماں کے وجود سے بھی پہلے وہ اپنے اس بیٹے کو خواب کی حالت میں یا کشف کی حالت میں بعینہٖ دیکھ لیتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات اُس سے باتیں کرتا ہے اور بسا اوقات وہ بیٹا ایسے راز اس کو بتلاتا ہے کہ جو مدتہائے دراز کے بعد اور تحصیل علم کے بعد وہ طاقت بیٹے میں پیدا ہوتی ہے۔ پس اگر خدا تعالیٰ انسان کی طرح مادہ اور پرکرتی کا محتاج ہے۔ تو مثلاً وہ بیٹا جو خواب میں یا کشف میں حاضر کیا جاتا ہے۔ جس کی ابھی ماں بھی... پیدا نہیں ہوئی وہ کس مادہ یا پرمانو سے بنایا جاتا ہے۔ پس جبکہ وہ قادر اس قسم کی بناوٹ بھی جانتا ہے کہ اُس حالت میں کسی انسان کا نشان ظاہر کر دیتا ہے اور مجسم طور پر عین بیداری میں اُس کو دکھا دیتا ہے جبکہ وہ بکلّی بے نشان ہوتا ہے تو پھر اس سے زیادہ اور کونسی حماقت ہوگی کہ اُس قادر کو مادہ کا محتاج سمجھا جائے اگر ایسا ہی پرمیشر ہے تو افسوس پر آئندہ کی دائمی خوشیوں کے لئے کوئی امید نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ آپ ہمیشہ مادہ اور روح کا محتاج ہے اور ایسی چیزوں کے سہارے سے اُس کی خدائی چل رہی ہے جو اس کے ہاتھ سے نکلی نہیں اور نہ نکل سکتی ہے۔ پس ہندوؤں کے ویدوں کی یہ صریح غلطی ہے کہ وہ خدائی طاقت اور انسانی طاقت کو برابر درجہ پر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی اتفاق سے جس کا بھید معلوم نہیں اس قدر روحیں اور مادے موجود چلے آتے ہیں جو پرمیشر کی اپنی پیدا کردہ نہیں اور انہی پر تمام کارخانہ پرمیشر گری کا چل رہا ہے اور اگر فرض کر لیں کہ وہ آئندہ کو کسی وقت معدوم ہو جائیں گی تو ساتھ ہی فرض کرنا پڑے گا کہ پرمیشر بھی آئندہ کو خالی ہاتھ بیٹھے گا۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ کیا خدائے حیّ و قیوم کی یہی صفات ہونی چاہئیں اور کیا اُس کی خدائی کی حقیقت اور اصلیت اسی قدر ہے کہ اس کی بادشاہت اُن چیزوں پر چلتی ہو جو اس کی اپنی ملکیت نہیں۔ غرض میں نے ان کتابوں میں ثابت کیا ہے کہ ہندو مذہب کا گیان اور معرفت پرمیشر کی نسبت جو کچھ ہے یہی ہے کہ وہ اُس کو قدیم سے معطل اور صفت خالقیت سے محروم قرار دیتے ہیں اور انسانی پاکیزگی کی نسبت وید کی تعلیم جس کو پنڈت دیانند نے آریوں کو سکھلایا ہے بطور نمونہ یہ ہے کہ ایک آریہ اولاد کے لئے اپنی پیاری بیوی کو اپنی زندگی اور جوانی کی حالت میں دوسرے سے ہم بستر کرا سکتا ہے تا کسی طرح اولاد پیدا ہو جائے اس عمل کو ہندوؤں کے مذہب میں نیوگ کہتے ہیں پس جس مذہب کا خدا تعالیٰ کی نسبت یہ خیال ہو کہ وہ قدیم سے عاجز اور کمزور اور پیدا کرنے کی صفت سے بے نصیب ہے اور جس مذہب نے مخلوق کی پاکیزگی کا اسقدر خون کر دیا ہے کہ خاوند جو فطرتاً انسانی غیرت کا جوش اپنی بیوی کے معاملہ میں اسقدر اپنے اندر رکھتا ہے کہ روا نہیں رکھتا کہ کسی غیر کی آواز کی طرف بھی وہ کان لگاوے اُسکو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اولاد کی ضرورت کے لئے نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ اپنی جورو کو غیر انسان سے ہمبستر کراوے ایسے مذہب سے کس بہتری کی اُمید ہو سکتی ہے

حضرت حجۃ اللہ کا خط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

از عاجز عائذ باللہ الصمد غلام احمدؐ

بخدمت اخویم مکرم مولوی محمد بشیر صاحب۔

بعد السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ جس کا لفظ لفظ اخلاص و تقوے سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ لودہیانہ میں مجھ کو ملا مگر چونکہ میں اتفاقاً ضلع علیگڈہ کی طرف چلا گیا تھا اور پھر واپس آکر ۱۹۔ اپریل ۱۸۸۹ء کو قادیان کی طرف چلا آیا اسلئے جواب لکھنے سے مجبور رہا۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے بالکل سچ لکھا ہے جس سے خلوص اور طلب حق کی بو آتی ہے اللہ جلشانہ نے قرآن مجید میں اولیاء اللہ کی پانچ علامتیں لکھی ہیں جبتک وہ پانچوں علامتیں کسی میں نہ پائی جائیں تب تک وہ ولی اللہ نہیں ہو سکتا اور قبل اس کے جو کسی کی ولائت کو شناخت کیا جائے اوس سے بیعت کرنا جائز نہیں لیکن اولیاء اللہ کو شناخت کرنا ہر ایک آنکھ کا کام نہیں۔ اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ینظرون الیک وھم لا یبصرون کچھ شک نہیں کہ اولیاء اللہ میں خوارق و آیات بینات پائی جاتی ہیں۔ لیکن جبتک خدا تعالیٰ نہ چاہے وہ موجب ہدائت نہیں ہو سکتے۔ ہاں جو شخص یہ چاہتا ہے کہ کسی ولی کے خوارق و آیات پر اطلاع پاوے اُس پر لازم ہے کہ دو طریقوں میں سے ایک طریق اختیار کرے۔

(۱) یا یہ کہ نہائت درجہ کا دوست بن جاوے

(۲) یا یہ۔ کہ نہائت درجہ کا دشمن۔ بن جاوے کیونکہ جبتک دوستی یا دشمنی انتہا تک نہ پہنچے تب تک اس قوم کے خواص معلوم نہیں ہو سکتے۔ آپ جو طالب صادق ہیں اُمید ہے کہ دوستی میں ترقی کرینگے خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو اور اپنی طرف سے قوت و بصیرت بخشے آمین ثم آمین۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدےٰ

خاکسار غلام احمد عفی عنہ

۲۴۔ اپریل

سنہ ۶۸۹

غفلت

نمبر ۲

۱- غفلت بدفہمی بے ایمانی۔ دنیا پرستی اور استغنار عن اللہ کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا کیا بدکاروں کا یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ کفار کا تو یہ حال ہے کہ تنبیہ و نصیحت سے منہ پھیرتے ہیں یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دنیا کی ظاہری باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔

صاف ظاہر ہے کہ جس شخص کی فطرت سلیم اور عقل درست ہے وہ کیسے چند روزہ لذائذ میں مبتلا ہو کر اپنے رب کریم سے غافل اور کیسے اپنی ناچیز طاقتوں اور قابلیتوں کو اپنے واسطے کافی سمجھ کر مولائے حقیقی کی عبادت اور استعانت سے لاپرواہ اور کیسے ہزار در ہزار ظاہری عبرتوں اور آسمانی نصیحتوں کے درمیان بے خبر اور جاہل رہ سکتا ہے۔ یہ تمام بدمستی اور غفلت اوسی بدفہمی کا نتیجہ ہے جس کو رب العلمین بدکاروں کی نسبت اس طرح ظاہر فرماتا ہے اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ اَنْ یَّسْبِقُوْنَا۔ کیا بدکاروں کو یہ گمان ہے کہ وہ ہم پر سبقت لے جائیں گے۔

اگر انسان بدفہم ہو تو ایمانی اصول سے اوس کی اصلاح ہو سکتی ہے جو شخص خداوند عالم کو اپنا سچا مولےٰ سچا مددگار۔ سچا خیرخواہ سچا ہادی اور حساب اعمال کو واقعی و صحیح مانتا ہے وہ اس ایمان کے نیچے نامعلوم طور پر بہت کچھ ترقیات کر سکتا ہے بشرطیکہ اپنے اعمال کو ایمانیات کے مطابق بنائے رکھے اور پوری امید اور یقین کے ساتھ خداوند عالم کی رہبری اور مدد کا طالب بنا رہے۔ ایسا شخص احکام الٰہی سنکر فوراً بشاش اور روشن ضمیر ہو جاتا ہے۔ پس یہ بے ایمانی کی علامت ہے کہ انسان کو آیات الٰہی سنائی جاویں پر وہ اون سے محفوظ نہ ہو بلکہ لاپرواہ یا متنفر رہے چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ کفار لوگ نصیحت سے منہ پھیر لینے والے ہیں۔ دنیا پرستی ایک ایسا اندھیرا ہے کہ انسان کی روح کو مردہ بنا کر اوس کے دینی اور اخلاقی طاقتوں کو برباد کر دیتی ہے۔ پھر اس کو اپنے حساب و کتاب اور جزا و سزا کا کچھ خیال نہیں رہتا چنانچہ ظاہراً بھی ہم دیکھتے ہیں کہ پولیس فوج عدالتوں اور جیلخانوں کی موجودگی میں چور۔ ڈاکو۔ گٹھ کترے زانی۔ راشی ایسے بے باکانہ طور پر اپنی خرابیوں میں مشغول رہتے ہیں کہ کچھ پرواہ نہیں کرتے اور جسقدر زیادہ کوئی مشاق ہو اوسیقدر زیادہ بیخوف ہو جاتا ہے ایسا ہی دینی مجرموں کا حال ہے کہ نفس پرستی میں پڑکر حساب آخرت سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں بلکہ دنیاوی بلاؤں اور ذلتوں کی بھی کچھ حقیقت نہیں سمجھتے محض ظاہری اور موجودہ باتوں پر نظر رہجاتی ہے۔ سچ ہے یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ دنیاوی زندگانی میں سے ظاہر باتوں کو جانتے ہیں پر آخرت سے وہ غافل ہیں۔

۲- غفلت میں انسان کا عمل غیر مستقل رہتا ہے اور آخرکار دینی و دنیاوی خرابیوں کا باعث بنجاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰی حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰی وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةَ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ لوگوں میں سے ایک ایسا ہے کہ کنارہ پر اللہ کی عبادت کرتا ہے پس اگر بھلائی اس کو پہنچے تو اس سے مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر کوئی فتنہ پہنچے تو جدہر سے آیا تھا اودہر ہی کو لوٹ جاتا ہے دنیا کا بھی خسارہ اور آخرت کا بھی۔ یہی تو صریح بربادی ہے۔ غفلت میں انسان کی حالت بالکل اس پھوس کے مشابہ ہو جاتی ہے جس طرف کی ہوا چلی اسی طرف کو ہلنے لگتا ہے۔ ایسا ہی غافل آدمی جس قسم کی بات سنتا جس قسم کی صحبت میں بیٹھتا ہے ویسا ہی بن جاتا ہے۔ اپنی عقل اور تمیز کچھ خرچ نہیں کرتا یہ نہیں دیکھتا کہ یہ فعل حلال ہے یا حرام جائز ہے یا ناجائز مفید ہے یا مضر۔ اور چونکہ عموماً صحبتیں خراب ہیں اس لئے زیادہ تر خراب حرکات پیش آتے رہتے اور اس کو برباد کرکے چھوڑتے ہیں چنانچہ اسی طرح پر لوگ راست روی اور دین کو چھوڑ کر آوارہ گرد عطر نجیانہ۔ مرغبازی۔ تماش بین۔ بھنگی۔ چرسی۔ افیونی۔ زانی۔ ریاکار اور جعلساز بنجاتے ہیں۔ فی زمانہ ایک اور سخت بلا ہے کہ یورپین خیالات اور عادات سے متاثر ہو کر خداپرستی اور دینداری سے اکثر غافل ہوتے جاتے ہیں۔ ظاہری بناوٹ اور نمائش میں ایسا پھنستے ہیں کہ اپنی قوم کا کچھ خیال نہیں رکھتے۔ ظاہر پرستوں کا عموماً یہ حال ہوتا ہے کہ یورپ کی محنت کشی قدر اوقات اور جد فی العلم کو تو پکڑتے نہیں بلکہ لباس میں تمام نقالی محدود رہجاتی ہے۔ طرز لباس بذات خود دین کا کوئی جز نہیں ہے مگر دین سے غفلت اور اسلامی شعار سے دوری بیشک قابل افسوس ہے حالانکہ تمام علوم اسلام کے حسد اور ریاکاری کے مخالف ہیں مگر غفلت اور بدفہمی سے ریاکاری میں زیادہ ترقی کرتے ہیں جسکا نام تہذیب اور نئی روشنی رکھا گیا ہے فی الحقیقت نئی روشنی ایک عمدہ روشنی ہے جس نے لغویات ہزلیات اور کذب کو بہت کچھ صاف کیا ہے۔ مگر ریاکاری کا نام نئی روشنی یا تہذیب رکھنا سخت غلطی ہے۔ جو چاہے دیکھلے قرآن مجید ایسے لوگونکا کیسا کامل نقشہ کھینچکر فرماتا ہے وَاِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِیْۤ اُذُنَیْهِ وَقْرًا فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ اور جب اس کو ہماری آیتیں پڑھکر سنائی جاتی ہیں تو متکبرانہ منہ پھیر کر چلدیتا ہے گویا کہ اوس نے اون کو سنا ہی نہیں گویا کہ اس کے دونوں کانوں میں ڈھینٹ ہیں پس اے محمد ایسے شخصوں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دو۔

۳- واہیات قصے نامعلوم طور پر انسان کو بے دین بنا دیتے ہیں کیونکہ وہ آیات الٰہی کو ہنسی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّیَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ اور لوگوں میں کوئی کوئی ایسا بھی ہے جو واہیات قصے مول لیتا ہے تاکہ بے سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا سے بہکاوے اور آیات الٰہی کی ہنسی بنانے ایسے لوگوں کے واسطے رسوا کرنے والا عذاب ہے اس آیت کی شان نزول کی نسبت مفسرین نے لکھا ہے کہ کفار مکہ میں سے ایک شخص تھا نضر بن حارث نام وہ فارس کی داستانیں لوگوں کو سنایا کرتا تاکہ لوگ اون قصوں میں مبتلا ہو کر قرآن سے متنفر ہو جائیں اور کہا کرتا کہ محمد تمکو عاد و ثمود کے قصے سناتا ہے اور میں رستم و اسفندیار کے کارنامے سناتا ہوں۔ اگر اس زمانہ پر غور کیا جائے تو ایک نضر بن حارث کیا لاکھوں اور کروڑوں مسلمانوں کا یہی حال ہے کہ واہیات قصے مطالعہ کرکے لوگوں کو سناتے اور خود تصنیف کرتے ہیں قصائد ہیں تب سراسر کذب اور افترا ہیں مرثیہ ہیں تب سراسر لغو اور باطل ہیں غزلیں ہیں تب محض بکواس اور خرافات ہیں دیوان ہیں تب دیوانہ وار بہک اور ہزلیات ہیں بیہودہ فسانوں اور ناولوں کا تو کچھ حد و حساب ہی نہیں۔ اگر کسی مطبع یا کتب فروشی کی فہرست ملاحظہ کرو تو نصف سے زیادہ غزلیات۔ دیوان۔ فسانے اور ناول ہی ہونگے خلوت میں کیا اور جلوت میں کیا عشقیہ مضامین اور جھوٹے قصوں کا خوب رواج اور چرچا ہے مولویوں کے وعظوں میں بیٹھ کر دیکھو تو اون کے فسانوں نے سب کے ہی کان کتر ڈالے جس کا نام شاعری اور عبارت آرائی ہے یہ اعلیٰ سے اعلیٰ جھوٹ اور افتراؤں کا اکھاڑہ ہے۔ اس تمام کا نتیجہ کیا ہوا کہ لوگوں کے دلوں میں مبالغہ اور افترانے ایسا گھر کر لیا کہ صاف صاف اور سیدھی بات سے کچھ مذاق ہی نہیں رہا۔ بلکہ دینیات میں بھی مبالغہ آمیز مسئلے اور افترائی قصے داخل ہوئے قرآن کا مذاق کلیۃً دور ہو گیا۔ باقی دارد +

نُصرتُ المومنین

وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی

یعنے

مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اُن کے لئے بہتری ہی بہتری ہے۔

اول۔ اللہ تعالےٰ پر جو بندوں کے حقوق بہ تقاضائے عدل ورحم ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مقابلہ کے وقت اپنے پاک بندوں کی خاص مدد کرے اُن کے رزق اور عزت کا حامی ہو اور اون کا ہادی اور والی اور غمگسار رہے چنانچہ وہ خود فرماتا ہے وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ "مومنوں کی مدد کرنا ہمارا فرض ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ "تحقیق جو لوگ اللہ کو مانتے اور عمل صالح کرتے ہیں اون کے واسطے مغفرت اور عزت والا رزق ہے" پھر فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَھَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "تحقیق اللہ تعالیٰ مومنوں کا ہادی ہے" اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اللہ مومنوں کا والی ہے" اِنَّ اللّٰہَ یُدَافِعُ عَنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا "اللہ مومنوں کی بلاؤں کو دفع کرتا ہے" وَلَیَنْصُرَنَّ اللّٰہُ مَنْ یَّنْصُرُہٗ "اللہ ضرور ضرور اُس شخص کی مدد کرتا ہے جو اُس کی خدمت کرتا ہے" وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغٰلِبُوْنَ "جو اللہ سے اور اُس کے رسول سے اور مومنوں سے محبت کرتا ہے پس اللہ کا ہی گروہ غالب رہتا ہے"

ان آیات بینات سے صاف ظاہر ہے کہ ایماندار لوگوں کا اللہ حامی۔ ناصر والی۔ حافظ اور ہادی ہے۔ اون سے محبت کرتا اون کے گناہوں کو بخشتا عزت کا رزق دیتا۔ بلاؤں کو اُن سے دُور رکھتا اور مقابلہ کے وقت اُن کو غلبہ دیتا ہے۔ علم حیوانات میں یہ مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اور تاریخ الناس بھی شاہد ہے کہ تمام مخلوقات میں اپنے اپنے غلبہ اور قیام کے واسطے ہمیشہ کشمکش رہتی ہے جو قابل تر ہے۔ وہ غالب اور قایم رہتے۔ جو ناقص تر ہیں وہ مغلوب اور نابود ہوتے جاتے ہیں۔ عدالت اور راستی ایمانداری کے اعلیٰ اور ضروری اجزا ہیں جس قوم میں یہ نہیں اس کا کوئی ایمان نہیں جو شخص ظلم کرتا اور جھوٹ بولتا ہے اور ساتھ مومنیت کا دعویٰ رکھتا ہے وہ فی الحقیقت جھوٹا اور بے ایمان ہے۔ تمام عالم اس کے کذب پر شہادت دیگا اور اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے اُسکو باطل ثابت کرے گا۔ چنانچہ وہ خود فرماتا ہے یَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ وَیُحِقُّ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ۔ "اللہ اپنے کلمات سے باطل کو مٹاتا اور حق کو حق ثابت کرکے دکہاتا ہے" جھوٹا دعوے کوئی چیز نہیں سچے مومن بنو اور عملاً راستی اور عدالت سے اسکی سچائی ظاہر کرو۔ پھر دیکھو کہ قدرت الٰہی کس کس طرح مدد کرتی اور بے ایمانوں کے مقابلہ پر تمہارا کیسا غلبہ ظاہر کرتی ہے خداوند عالم کے ہاتھ میں ایک میزان ہے جس میں تمام شخصوں اور قوموں کے ایمان اور اعمال کا موازنہ ہوتا رہتا ہے اور ان اعمال کے مطابق ہی قومیں زیر وزبر ہوتی رہتی ہیں چنانچہ وہ خود فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ "تحقیق اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک وہ اپنے نفسوں کی حالت کو نہ بدل لے"

دوم۔ جس قوم پر خدا کا رسول کلام الٰہی کے ساتھ نازل ہوا اوس کا عروج احکام الٰہی کی اطاعت پر منحصر رہا اور رہے گا چنانچہ اللہ کریم فرماتا ہے لِلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّھِمُ الْحُسْنٰی "جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا اون کے واسطے بہتری ہی بہتری ہے" لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا حَسَنَۃٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَۃِ خَیْرٌ "جو لوگ بھلائی کرتے ہیں اون کے واسطے اس دُنیا میں بھی بھلائی ہے۔ اور آخرۃ کا گھر تو اور بہتر ہے" جناب نوح علیہ السلام جو اپنی قوم کو ایک آنے والے عذاب کی خبر دینے اور اس سے ڈرانے کے واسطے مامور ہوئے تھے اپنی قوم کو خفیہ اور علانیہ طور پر فردًا اور مجمعوں میں سمجھاتے رہے مگر کسی نے نہ مانا۔ آخرکار فرماتے ہیں۔ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا مَا لَکُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰہِ وَقَارًا "پس میں نے کہا اب رب سے استغفار کرو تحقیق وہ تم پر پانی برسانے والا آسمان سے بھیجے گا۔ تمہارے مالوں اور اولاد کو بڑہائے گا۔ اور تمہارے لئے باغ اُگائیگا اور نہریں جاری کرے گا۔ تمہیں کیا ہو گیا کہ اللہ سے بڑی بڑی امیدیں نہیں رکھتے" ایسا ہی سیدنا ہود علیہ السلام اپنی قوم عاد سے فرماتے ہیں وَیٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَیْہِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ۔ "اے میری قوم اپنے رب سے استغفار کرو۔ پھر اوس کی طرف جھک جاؤ۔ وہ پانی برساتا ہوا آسمان تمہاری طرف بھیجے گا اور تمہاری موجودہ قوت کو اور ترقی دے گا اور سرکشی کرکے مجرم مت بنو۔" ایسا ہی شعیب علیہ السلام اپنی قوم مدین سے فرماتے ہیں وَیٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِکْیَالَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ۔ بَقِیَّتُ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ "اے میری قوم اپنے پیمانہ اور ترازو کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو اون کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد پھیلاتے مت پھرو اگر تم مومن ہو تو تمہارے واسطے بقیت اللہ بہتر ہے" یعنی جو ایمانداری سے بچے وہ بہتر ہے" ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن کریم وَاَوْفُوا الْکَیْلَ اِذَا کِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۔ "اور جب ناپ کرو تو پورا ناپ کرو اور سچی ترازو سے تولو۔ یہ بہتر ہے اور اسکا انجام اچھا ہے" قرآن مجید اہل تورات وانجیل کی نسبت فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّھُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْھِمْ مِّنْ رَّبِّھِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِھِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِھِمْ۔ "اگر وہ لوگ تورات وانجیل کو اور نیز اون صحیفوں کو جو اُن کی طرف اون کے رب کی طرف سے نازل ہوئے قائم کرتے تو ضرور سروں کے اوپر اور پاؤں کے تلے سے رزق حاصل کرتے" یعنی ایسی برکتیں ہوتی کہ اوپر سے بھی رزق برستا اور نیچے سے بھی اوبلتا۔ چنانچہ اہل تورات وانجیل نے اپنی کتابوں کو قایم کیا تمام دُنیا کی زبانوں میں اون کے ترجمے شایع کئے اور واعظ بھیجے اب اُس کی حد میں بافراغت رزق کھا رہے ہیں جو فی الحقیقت سروں کی طرف سے بھی برس رہا ہے۔ اور پاؤں کے نیچے سے بھی اوبل رہا ہے۔ یہ ایک زبردست پیشگوئی تھی جس کا ظہور اسوقت تمام عالم میں مشاہدہ ہو رہا ہے ایسا ہی ایک اور جگہ پر قرآن مجید فرماتا ہے وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنْ کَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰھُمْ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ "اگر ان بستیوں کے رہنے والے خدا کو مانتے اور خدا ترس بنتے تو ہم آسمان اور زمین سے برکتوں کے دروازہ

اُن پر ضرور کھول دیتے مگر انہوں نے تکذیب کی اس لئے ہم نے اون کرتوتوں کی سزا میں جو وہ کرتے تھے اونہیں پکڑ لیا اسی طرح پر جناب خاتم النبیین سید المرسلین حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی نسبت سورۂ ہود میں فرماتے ہیں۔ وَاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ۭ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ "اور یہ کہ اپنے رب سے استغفار کرو اور اوس کی طرف جھک جاؤ وہ تمہیں ایک وقت مقرر تک اچھے سامان عطا کریگا اور ہر ایک اہل فضل پر اپنا فضل کریگا اور اگر سرکشی کروگے تو مجھ کو تمہاری نسبت ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے"

سوم۔ ہر ایک ربانی کلام اور رسول کے ساتھ عذاب الٰہی بھی ضرور ہوتا ہے تاکہ بے باک اور نا پاک لوگ اسی طرح پر اوس کی طرف متوجہ ہوں بلکہ ہر بدکار قوم کو رب العٰلمین برباد کرنا چاہتا ہے پہلے اوس کے مرفۃ الحال لوگوں کی طرف احکام بھیجتا ہے پس جب وہ نافرمانی کرتے ہیں تب عذاب کے مستحق ٹھہر جاتے اور ہلاک کردیے جاتے ہیں چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۔ ہم نے جس کسی گاؤں میں کوئی نبی بھیجا۔ ساتھ ہی اسکے باشندوں پر مصیبتیں بھی ڈالی اور نقصانات بھی پہنچائے۔ تاکہ وہ گڑگڑائیں پس اس آیت کریمہ سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک نبی کے ساتھ ایک تنگی اور مصیبت بھی ضرور آتی ہے تاکہ اون کو دلگداز ہوکر خدا کی طرف جلدی جھکیں اور نبی کی تعلیم کو سنیں کیونکہ عموماً کوئی نبی ایسے ہی وقت میں آتا ہے جبکہ غفلت۔ بے خوفی۔ اور بدکاری انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بلا سخت مصیبتوں کے لوگ خدا کی طرف مائل نہیں ہو سکتے۔ برعکس اس کے قرآن مجید یہ بھی فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی فرد یا قوم پر عذاب نازل نہیں فرماتا جب تک رسول مبعوث نہ فرمائے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا "اور ہم عذاب کرنے والے نہیں ہیں جب تک کسی رسول کو نہ بھیج لیں۔" ایک اور جگہ فرماتا ہے وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا "اور جب کبھی ہم یہ ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کردیں تب اوس کے مرفۃ الحال لوگوں کی طرف ایک حکم بھیجتے ہیں۔ پس وہ نافرمانی کرتے ہیں تب اون پر قول عذاب حق ہوجاتا ہے۔ پس ہم اوس کو مار کر تباہ کردیتے ہیں۔"

چہارم۔ جو قوم کسی رسول یا کلام الٰہی کی مخالفت کرتی ہے اُس پر دُنیا میں بھی عذاب نازل ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔ جسقدر زیادہ کوئی قوم اس کی مخالفت کرتی ہے اوسی قدر جلدی ہلاک کردی جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ "جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اون پر نافرمانیوں کی سزا میں عذاب نازل ہوتا ہے پھر کلیہ قاعدہ کے طور پر فرماتا ہے كُلَّمَا جَاۗءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِيْثَ ۚ فَبُعْدًا لِّقَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ جب کبھی کسی امّت کی طرف اُس کا رسول آیا اوس نے اس کی تکذیب کی اسلئے ہم نے بھی ایک کو ایک کے پیچھے ہلاک کیا اور اون کا فسانہ بنادیا بے ایمان لوگوں پر لعنت ہے" پھر ایک جگہ پر تمثیلات سے قرآن مجید اس مسئلہ کو اسطرح پر واضح فرماتا ہے اور ہم نے موسٰے کو کتاب توراۃ دی اور اون کے بھائی ہارون کو وزیر کے طور پر اس کے ساتھ کیا پھر اون کو حکم دیا کہ اُن لوگوں کی طرف جاؤ جو ہمارے نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں (پس وہ گئے اور سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا بلکہ مقابلہ پر آمادہ ہوئے) اس لئے ہم نے اون کا کھوج تک مٹادیا اور قوم نوح نے بھی جب ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تب ہم نے اون کو غرق کردیا اور اون کو لوگوں کے واسطے ایک عبرت کا نشان بنادیا اور ہم نے ظالموں کے واسطے عذاب دردناک تیار کر رکھا ہے اور اسی طرح عاد اور ثمود اور خندق والوں اور اون کے درمیان میں اور بہت سی اُمتوں کو ہم نے ہلاک کردیا اور سبھوں کو ہم نے اور لوگوں کی مثالیں دے دیکر سمجھایا مگر کسی نے نہ سمجھا۔ اس لئے ہم نے سب کا ستیاناس کردیا اور یہ لوگ ضرور اوس بستی پر بھی ہوکر گذرے ہیں جس پر بُری طرح پتھر برسائے گئے ہیں تو کیا انہوں نے اُس کو دیکھا نہ ہوگا۔ مگر اصل یہ ہے کہ اون لوگوں کو مرنے کے بعد جی اُٹھنے کا یقین نہیں اور اے پیغمبر جب کبھی یہ لوگ تم کو دیکھتے ہیں تو تمسخر کرتے اور کہتے ہیں کیا اسی کو اللہ نے رسول کرکے بھیجا ہے۔ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۭ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِـيْمًا وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَي الْقَرْيَةِ الَّتِيْٓ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۭ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ۭ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۔

(نظم جو افتتاح کالج کے موقع پر مولوی مبارک علی صاحب و مولوی عبد اللہ صاحب نے پڑھیں۔ ناظرین کے لئے ذیل میں درج کرتے ہیں ———— ایڈیٹر)

نظم

(از مولوی مبارک علی صاحب)

مرا سزد کہ بنازم بہ بخت بیدارم
کہ آفریدہ مسلماں مرا خدائے جہان۔
دریں زمانہ بہ بخشید خلعت ہستی۔
کہ دارد آں شرف بعثت مسیح زمان
فزوں تر از ہمہ جود و عطا ہمیں کرے
کہ پیش روے حبیم شگفتہ دل خنداں
نہ از لیاقتم این است وے زخوبی من
کہ دست حکمت اید کشیدم از احسان
بلطف بوالعجبی آں دلستان مرا آورد
بعز معرفت حق نواختم شاداں
بر آستانۂ دولت سراسر افگندم
چو دیدم از سر طارم خورے ہدیٰ رخشاں
عطا نمود مرا منصبے بمدرسہ اسکش
نشاند بر سر کرسی بجلد استاداں
مبارک است پئے افتتاح ایں کالج
کہ بر گشاد خدائش میان دار اماں
سزد کہ گویمش اکنوں کمال گاہ علوم
بجا است گر شمرم جنتش پئے صبیان
ہزار رفعت و برکت نصیب او بادا
کہ بست بانی و حامیش مرسل یزداں
خجستہ منزل و فرخ نژاد و خوش مخبر
جناب خان معظم امیر والا شان
باہتمام و نظامش بعزم دل پرداخت
فزود رونق و رنگ و بہار ایں بستان
چو فکر از پئے سال کشادنش کردم
بگفت ہاتف غیبم بگوش دل عنوان
۱۹۰۶ء

(از مولوی عبد اللہ صاحب)

وقت بہار موسم شادی فزا رسید
از روئے پاک میرزا صبح صفا دمید
روئے جہاں تیرہ منور شدہ از و۔
در باغ از کوئے او باد صبا وزید
از قسمت فرخندہ وز سعادت ازل
صد شکر حق کہ اینچنیں نوبت بہار رسید
اے دل بجو کہ اینچنیں ایام و این امام
بر روئے این جہاں عیاں جز بجو کہ دید
چوں این مہ صداقت اسلام شد عیاں
پس جان ماز پنجۂ ابلیس ہم رہید
از چشمہائے خویش نور حق بدیدہ ایم
این گوشہائے ماندائے ایزدی شنید
پس صد سلام بر تو باد لے امام ما
آنکس چہ دید در جہان کہ مرگ تو ندید
صد آفریں جماعت دار العلوم را
کو پردۂ جہالت عالم عیاں درید
این کالج و جماعت مہدی چو گلشنے
بر سطح این زمین عیاں باغ ارم دمید
کہ صلیب و کشتن دجال کینہ ور
زیر سپہر نیلگو آمد از و پدید۔
یارب چناں بکن کہ این دار العلوم ما
باشد نشان حق تعالےٰ زبہر دید
این فوج نو بتاج ترقی و کمال دین
باشد بزیر آسمان جماعت سعید

شیطانی تسلّط کی تجدید

یہ اس مضمون کا عنوان ہے جو کونٹ ٹالسٹائی نے فرانس کے ایک سربرآوردہ ماہوار رسالہ میں پچھلے دنوں شائع کرایا تھا۔ کونٹ مذکور یورپ کے مشاہیر میں سے ہے دیار مغرب میں طفل مکتب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ ہندوستان کی اخبار خوان جماعت بھی اس کے نام سے بیخبر نہیں رہی لیکن چونکہ اس کے حالات بشرح و بسط غالباً زیادہ معلوم نہ ہونگے اس لئے اس کے مضمون کا لب لباب دینے سے پہلے مجمل طور پر اسکے کچھ حالات بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ شخص روسی نژاد اور وہاں کا ایک نامور امیر ابن امیر ہے اسوقت اس کی عمر ۷۰ برس کی ہے۔ مگر جسمانی قوت اور دماغی طاقت میں جوانوں کو مات کرتا ہے اوائل عمر میں فوج میں داخل ہوا۔ اور ابھی اسی محکمہ میں تھا کہ اس کی پہلی کتاب شائع ہوئی جس سے مبصر تاڑ گئے کہ یہ نوجوان اگلے میدان سخن کا نامور شہسوار ہوکر رہیگا۔ طبیعت میں علمی مذاق غالب تھا۔ محاربہ کریمیا کے بعد نوکری چھوڑ دی اور اپنے علاقہ میں جاکر تالیف و تصنیف میں مشغول ہوگیا۔ ناول نویسی میں اس کا نام روسی ادیبوں کی فہرست میں چوٹی پر ہے اس کی تاریخی تصنیفات میں بھی کچھ کم پایہ کی نہیں۔ اسے نامور بنانے کے لئے یہی مرتبہ کافی نہ تھا لیکن اسی پر اکتفا نہ ہوا۔ فطرت نے اسے محنت کشی کے دوش بدوش انسانی محبت وہمدردی۔ اخلاقی جرأت مردانہ آزادی اور راست بیانی سے بھی بہرہ وافر عطا فرمایا تھا۔ ہمدردی نے اسے سب سے اوّل اپنے ملک کے بے زبان کاشتکاروں کی حمایت پر کمربستہ کیا روس میں ۱۸۶۱ء تک کاشتکار اپنے امیر مالکان اراضی کے واقعی غلام قانوناً تصور ہوتے اور ان کو غلاموں کا سا ہی برتاؤ ہوتا تھا۔ کاشتکاروں کو آزادی ملنے سے امراء کی مطلق العنانی میں بہت فرق آتا تھا اور وہ طبعاً اس کے مخالف تھے مگر کونٹ ٹالسٹائے کی آرزو جلد پوری ہوگئی۔ اور زار نے فرمان آزادی صادر کردیا۔ اس دن سے روس کے تمام کاشتکار اپنے ظالموں کی جماعت کے اس ایک فرد امیر ابن امیری ٹالسٹائے کے نام پر جان دیتے ہیں۔ اس کی آزادانہ تحریر اور سوشل خرابیوں کی اصلاح کی مساعی سے روسی حکومت اس سے خوش نہیں مگر اس ہردلعزیزی کی وجہ سے وہ اس سے معترض ہونے کی جرأت نہیں کرسکتے اور یہی ہردلعزیزی ہے جس نے روس کے کمال جابر مذہبی محکمہ سے بھی ٹالسٹائے کو کچھ گزند نہیں پہنچنے دیا۔ روسی مسیحی [illegible] کے فرقہ یونانی کلیسیا کے تابع ہیں۔ جو بلحاظ عقاید وعمل توحید کی بجائے رومن کیتھولک فرقہ سے بھی کچھ بڑھ کر ماسوے اللہ کی پرستش اور اولیاء پرستی کی طرف مائل ہے اور یہ اس پر مستزاد ہے کہ سرکاری مذہب بھی یہی ہے اور حکومت بزور حاکمانہ اس مذہب کے عقاید واعمال کی حامی اور معاون ہے کسی کو اسپر اعتراض کرنے کا یارا نہیں۔ بنا بریں روس میں پادریوں کا تسلط اس بیسویں صدی میں بھی قدیم بلکہ پوپلی زمانہ سے بھی کچھ بڑھا چڑھا ہوا ہے چند برسوں سے ٹالسٹائے توہمات اور مذہبی جبر حاکمانہ کے اس قلعہ کی بیخکنی کے درپے ہورہا ہے اور اصلی و حقیقی مسیحی مذہب کی درست کیفیت واضح کرکے اپنے ہموطنوں کو کورانہ تقلید۔ مذہبی جکڑبند اور نیم مشرکانہ اعمال و اعتقادات سے خلاصی دلانے کی کوشش کررہا ہے۔ حتی کہ مذہبی محکمہ نے اسکی پے درپے یورشوں سے کمال برافروختہ ہوکر ۱۹۰۱ء میں اسے بیدین و ملحد قرار دیدیا۔ اور کلیسیا سے خارج کردیا یہ فیصلہ کسی اور کے حق میں صادر ہوتا تو اس کا چند دن بعد ہی دنیا میں کچھ وجود نہ رہ جاتا۔ مگر ٹالسٹائے کی ہردلعزیزی۔ ثابت قدمی اور نیک نیتی اس نازک موقع پر بھی آڑے آگئی۔ اور اصدار فتویٰ کے سوا دیرینہ جس سے حکومت بھی ڈرتی ہے کونٹ کا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ مذہب کے بعد اب موجودہ مغربی تہذیب اور اس کے جدید لوازمات کی باری آئی ہے اسی تہذیب کو وہ شیطانی تسلط سے تعبیر کرتا ہے جس کے متعلق اس آزاد و نڈر نکتہ رس فلاسفر کے خیالات ناظرین کی دلچسپی۔ افادہ اور آگاہی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ جن امور و ایجادات کو ہم ترقی کے ثبوت سمجھتے ہیں۔ اس کی نظر میں وہ شیطانی ہتھکنڈے اور چالیں ہیں۔ جن کے ذریعہ وہ دنیا کو پھر اپنے تسلط میں لے رہا ہے وہ اس خیال کو ایک داستان کے پیرایہ میں بیان کرتا ہے اس کہانی کا محض یہ ہے کہ شیطان اپنی جہنمی علاقہ میں اداس بیٹھا ہے کیونکہ دنیا کی بادشاہی اس کے ہاتھ سے چھن گئی ہے۔ انبیاء نے خلقت خدا کو سیدھے راستہ پر لگادیا دوزخ کے دروازے بند ہوگئے۔ شیطان بےبس و بیچارہ ہوکر اپنے مسکن میں گویا جکڑا بیٹھا ہے۔ کوئی نیا شکار ہی دوزخ کا ایندھن نہیں بن رہا۔ بلکہ پرانے خطاکار بھی کافی سزا بھگت چکنے پر عفو رحمانی سے مستفید ہوکے اور جہنم سے رہائی پارہے ہیں کئی سو برس اسی طرح گذر گئے اور شیطان کو گم کردہ اقتدار کے واپس پانیکی کچھ امید نہ رہ گئی۔ لیکن اس کے چیلے چانٹے بیکار نہ رہے تھے۔ ایک دن اپنے مغموم و متفکر آقائے نعمت کو انہوں نے ناگہاں دنیا کی فتح کا مژدہ آسنایا۔ شیطان کی باچھیں کھل گئیں۔ اور پوچھا۔ یہ کیسے ہوا؟ اس پر پہلے خناس نے جواب دیا۔ جب میں دنیا میں گیا تو لوگوں کو بالکل مطمئن و خوش پایا۔ میں نے ان کے ایمان غارت کرنیکے لئے رچرچ (کلیسا) یعنی مذہبی معاملات کی منتظم جماعت ایجاد کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ آج خدا کے کلام پر کسی کا ایمان نہیں بلکہ میری ایجاد پر دل و جان سے فدا ہیں۔ میں نے اعتقادی مسائل پر لوگوں میں کچھ کچھ اختلاف پایا۔ اور ان کو پٹی پڑھا دی کہ یہ اختلاف نہایت اہم ہے اور کہ تم راستی پر ہو۔ پھر کیا تھا۔ سب آپس میں گتھم گتھا ہوگئے۔ یہ جادو چل گیا۔ اور نزاع باستقامت قائم ہوگئی لیکن کچھ عرصہ بعد مجھے خوف لاحق ہوا۔ کہ کہیں ان پر میرا فریب نہ کھل جائے۔ اس کی روک کے لئے میں نے کلیسا کا شاخسانہ کھڑا کردیا۔ اور لوگ خدا کو چھوڑ کلیسا کے شیدا ہوگئے اور اس دن سے مجھے بےفکری ہوگئی یہ شیطان ایک چیلہ کو اپنے سے زیادہ ذہین پاکر کچھ سٹ پٹایا۔ اور اس سے پوچھا۔ یہ کلیسا کیا بلا ہے؟ جواب ملا کلیسا اس کا نام ہے کہ جب انسان جھوٹ بولیں اور ان کو معلوم ہو کہ ان کی بات پر اعتبار نہیں کیا گیا تو خدا کو بطور گواہ درمیان میں لائیں کلیسا کا یہی کارنامہ نہیں۔ مذہبی اختلافات کی بنا پر انسانوں کو عقوبت پہنچانے کے دستور کا بانی مبانی بھی وہی ہے یہ سنکر شیطان اور بھی حیران

ہوا۔ اور پوچھا کہ آپ نے برخود پسندی پر دو گرین ہم پسند کی تعلیم کیا ہوئی۔ چیلے نے اس کے جواب میں یہ کہانی سنائی ایک بدکن جادوگر ایک شخص کے درپے آزار ہوا۔ ایک اور صالح جادوگر کو رحم آیا۔ اور اس نے انسان کو اُسکو شر سے بچانے کے لئے سرسوں کا دانہ بنا دیا۔ یہ دیکھکر بدکن نے فوراً مرغ کی شکل اختیار کرلی اور قریب تھا کہ دانہ کو نگل جائے۔ کہ نیک نہاد ساحر نے اس دانے پر سرسوں کا ایک ڈھیر لگا دیا کہ بدکن نہ سارے کو کھا سکے۔ نہ اس ایک دانے کو پہچان سکے۔ یہی تدبیر میں نے اختیار کی۔ میری صلاح پر انسان نے ایک کتاب اللہ کے علاوہ سینکڑوں اور کتابوں کو مقدس مان لیا۔ اور سمجھنے لگے۔ کہ ان کا بھی لفظ لفظ کلام الٰہی ہے۔ مصنوعی پاک کلاموں کے اس تودہ میں وہ سچی اور سادہ تعلیم ایسی مل جل گئی کہ نہ اب وہ ان سب کلاموں پر عمل کر سکتے ہیں۔ اور نہ اس ایک کو جسکی انسان کو اشد ضرورت ہے پا سکتے ہیں۔

یہ سنکر شیطان نے شاگرد کو شاباش دی۔ کل اعیان کے ساتھ ملکر خوب ہنسا اور بولا معلوم ہوگیا کہ حضرت انسان بدستور ویسے ہی جو رہبر معاش اور لتے اٹھائے پھر رہے ہیں۔ ان کی کچھ اصلاح نہیں ہوئی۔ اب ایک اور دیو قامت جسکی پیشانی پر دو سینگ تھے اور پاؤں مڑے ہوئے تھے۔ سامنے آیا۔ اور عرض کیا کہ ہاں حضور انسان بدستور چمٹے ہی ہیں میں نے انکو اس بدی پر قائم رکھنے کے لئے وہی تدبیر مفید کی جسے ہمارے باپ اور خداوند لعنت یعنے حضور والا طالوت کے بادشاہ منتخب ہونے کے موقع پر عمل میں لائے تھے۔ میں نے ان کے کان میں پھونکا کہ ایک دوسرے کی لوٹ مار کو بند کرنے کی بجائے یہ بہتر ہوگا کہ ایک شخص کو کامل اختیارات دیکر اس ایک کو لوٹنے دیا جائے۔ یہ مشورہ مان لیا گیا۔ انہوں نے آئین و ضوابط مرتب کرلئے اور حکومتیں قائم کی گئیں۔ جن کی طفیل چند ملک کی باقیماندہ جفاکش اور محنتی آبادی کو کھلے بندوں جب چاہیں۔ لوٹ سکتے ہیں۔

یہ سن کر شیطان پھر حیران ہوا۔ کہ جس دنیا کو اپنے دشمنوں سے پیار کرنے کی تلقین کی گئی ہو۔ اس میں یہ حزن خرابہ پھر کس طرح قائم ہو سکتا ہے۔ شاگرد بولا جناب یہ تو کچھ مشکل معمہ نہیں۔ میں نے لوگوں کے دل میں ڈال دی۔ کہ دنیا میں بہترین جا تم ہی ہو۔ جرمن ہوا تو اسے کہا۔ دنیا میں بہشت جرمنی ہی ہے۔ فرانس۔ انگلستان اور روس میں تو نرے وحشی بستے ہیں۔ وقس علی ذالک جبکے دماغ میں جب یہی خبط سما گیا تو ان میں ایکدوسرے سے نفرت اور خوف پیدا ہوگیا اور جملہ اقوام نے اپنی ہمسایہ اقوام کے برخلاف وہی روش اختیار کرلی۔ جو چوروں اور قاتلوں کی ہوتی ہے۔ شیطان نے خوشی کی آہ بھری۔ اور چند منٹ ساکت رہ کر اس شاگرد کی ذہانت کی بھی تعریف کی۔ مذہبی اختلاف و انتظام اور حکومت و حب الملک کے بعد موجودہ تہذیب کے ذریعہ انسان کو دوزخ کا کندہ بنانے والے شیاطین کے اظہار رہ گئے انہیں سے ایک بولا میں نے علم مدن ایجاد کرکے انسان کی زندگی تلخ کر دی ہے اس علم کے ذریعہ وہ قدمار کی بدروشیوں کے مختلف اوضاع و اسلوب مطالعہ کرتے ہیں۔ شیطان کی تسلی ان تینوں کی ہی بیانات سے ہوگئی اور اس نے انعام کا وعدہ کرکے سبکو رخصت کرنا چاہا کہ باقی ماندہ خبیث چلا اٹھے ہماری بھی تو سنئے۔ شیطان نے کہا۔ اچھا تم بھی سناؤ۔ یہ سنکر سب بول اٹھے۔ میں ترقی کا عفریت ہوں میں تقسیم محنت کا ہوں۔ میں سڑکوں اور ریلوں کا ہوں۔ میں چھپائی کے فن کا ہوں۔ میں فنون کا ہوں۔ اسی طرح تعلیم۔ تربیت۔ طب۔ درستی اخلاق خیرات۔ مسکرات۔ سوشلزم اور حامی نسوان کے عفاریت سب نے اپنی اپنی تعریف کرکے سب سے اوّل شیطان کے حضور پہنچنے کی کوشش کی۔ یہ بدتہذیبی دیکھکر شیطان نے ڈانٹا کہ باری باری سے بولو۔ اور زیادہ وقت نہ لو جب انہوں نے نوبت بہ نوبت اپنی اپنی رپورٹیں پیش کرنی شروع کیں۔ صنعتی ترقی کا جن بولا میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھائی ہے کہ جسقدر زیادہ چیزیں اور جسقدر جلد وہ بنائیں اُن کی حق میں بہتر ہوگا چنانچہ اب وہ اشیاء کے بنانے میں خون پسینہ ایک کر رہے ہیں لیکن وہ ایسی بن رہی ہیں کہ خریدار ایک دن بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اور بنانے والے ان کے خریدنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ تقسیم محنت کے جن نے کہا۔ کہ میں نے انسانوں کو انسانیت سے گرا کر بے جان کلیں بنا دیا ہے۔ شوارع و طرق کے جن نے کہا۔ میں نے انسانوں کو سکھایا ہے کہ علی التواتر اور بسرعت تمام نقل مکان کرتے رہنا ان کے لئے بہت مفید ہے۔ چنانچہ اب وہ جہاں رہتے ہوں اس جگہ اپنی حالت سنوارنے کی کوشش کرنے کی بجائے دربدر خاک بسر ہوتے پھرتے ہیں اور فخریہ کہتے ہیں کہ ہم ایک گھنٹہ میں ۔۔ میل طے کرتے ہیں۔ فن چھپائی کے خناس نے کہا دنیا میں جسقدر بیہودگیاں اور سیہ کاریاں ہوتی ہیں۔ میں اُنکو کروڑہا لوگوں تک پہنچا دیتا ہوں۔ فنون لطیفہ کے موکل نے کہا کہ میں پاکیزہ جذبات اور اعلیٰ خیالات ابھارنے کے پردہ میں برائی کو دلفریب پیرایہ و شکل میں دکھا کر برائی کے شوق کو انسان میں بڑھاتا رہتا ہوں۔ طب کے عفریت نے کہا کہ میں نے انسان کو اپنے جسم کی حفاظت کا ایسا شیدا کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف اوروں کی بلکہ اپنی زندگی کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ تعلیم کے جن نے کہا میں نے یہ کمال کیا ہے کہ جو لوگ بُری زندگی بسر کر رہے ہیں اور اچھی زندگی اور نیک شی کا مطلب تک نہیں سمجھتے سیدھے جاہل ہیں اگر وہ یقین رکھتے ہیں کہ وہ بچوں کو نیک زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے سکتے ہیں۔ درستی اخلاق کے جن کا دعویٰ ہے کہ میں نے بدچلن لوگوں میں یہ یقین پیدا کر دیا ہے کہ وہ اوروں کی برائیوں کی اصلاح کر سکتے ہیں۔ مسکرات کے جن نے کہا کہ میں نے لوگوں کو یہ پٹی پڑھا دی ہے کہ بدروشی سے پیدا شدہ مصائب و آلام سے بچنے کے لئے نیک روشی اختیار کرنے کی بجائے یہ زیادہ مفید ہے کہ شراب۔ افیون و چانڈو وغیرہ سے غم غلط کریں۔ خیرات کے جن نے کہا۔ میں نے لوگوں کو تلقین کی ہے کہ اگر وہ خلقت کی جیب سے اشرفیاں چرائیں۔ اور مال مسروقہ سے چند پیسے لٹا دیا کریں تو وہ بہت ہی صالح اور متقی شخص ہیں مزید اصلاح کی اُن کو کچھ ضرورت نہیں۔ سوشلزم کے جن نے کہا کہ بہتر معاشرت کی خواہش کے پردہ میں میں نے فرقہ فرقہ کو باہم دشمن بنا دیا ہے۔ حامی نسوان کے جن نے عرض کیا۔ میں نے فرقوں میں ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی دونوں جنسوں میں بھی جنگی بیزار کرا دی ہے۔ علم و فضل کے عفریت نے فخریہ کہا کہ میں نے انسان کو خود ستائی کا مجسم پتلا بنا دیا ہے ٭

مالیر کوٹلہ میں ایک احمدی خاتون کی تبلیغ

کوئی بیس روز یہاں ہمارے کرم بھائی خواجہ کرم داد صاحب احمدی وظیفہ خوار ریاست جموں و کشمیر تشریف لائے ہوئے ہیں اُنکا بچہ اور ان کی بیوی ساتھ ہیں پہلے تو خواجہ صاحب سے نیاز حاصل نہ تھا صرف روشناسی تھی اب یہاں ملنے اور بیٹھنے سے دل کھول کر باتیں ہوئیں حد درجہ کا اختلاط اور محبت جیسی دینی بھائیوں میں ہونی چاہئے بڑھ گئی اور سوچتے سوچتے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی دعوت کی تبلیغ کا مسئلہ چھڑ گیا کہ کن کن وسایل سے یہ اہم کام بسہولت انجام پذیر ہو سکتا ہے۔ اثنائے تقریر میں معلوم ہوا کہ خواجہ صاحب کی بیوی صاحبہ سلسلہ کے مقاصد بتانے اور قرآن کریم کے حقائق و معارف کے بیان کرنے میں پوری بصیرت رکھتی ہیں۔ ان کو خدا نے ایسا ملکہ دیا ہے کہ وہ گھروں میں مستورات میں بڑا اثر علم و عمل دونوں سے ڈال سکتی ہیں اور اپنی خداداد ذہانت اور لیاقت سے مخالفوں کا دم بند کر سکتی ہیں۔ وہ حضرت حکیم الامت کی شاگرد خاص ہیں مدتوں تک انکے آستانے پر گری رہیں اور قرآن سیکھتی رہی ہیں یہ معلوم کرکے مجھے ازحد مسرت ہوئی ہمت بڑھ گئی دل میں قوت پیدا ہو گئی اور خیال آیا کہ کوٹلہ کی پردہ نشین شریف عورتوں کو بوجوہ چند قرآن کریم کی معارف و حقایق کے سننے کا موقع بہت ہی